بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

مِرْاۃُ الحق

بجواب

عرفان الحق

از خواجہ محمد صدیق فانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ

و پراونشل سیکرٹری امور عامہ صوبہ جموں (ریاست جموں و کشمیر)

بابت ۱۹۶۶ء

بار اوّل — قیمت ۸ر

(راما آرٹ پریس امرتسر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تمہیدی نوٹ

حال ہی میں السید غلام حسین شیرازی گوریسائی پونچھ نے تقریباً پونے تین صد صفحات کا ایک پراز غلط بیانات کتابچہ تالیف کرکے نور محمد پریس سرینگر کشمیر میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اور ضلع پونچھ کے گرد و نواح میں مفت تقسیم کرکے سستی شہرت حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کتابچہ زیر بحث کی تالیف میں مؤلف صاحب کے مقصد و مدعا کا ترک توضیح کی صورت میں اس بات کا انکشاف کرنا مشکل ہے کہ نہ جانے ان کو اس زحمت کی کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام فرقہائے اسلام و دیگر مذاہب عالم کی نقلیہ کتب سے ادھورے حوالہ جات بلا تشریح نقل کرکے مختلف بابوں میں تقسیم کرکے دکھائے ہیں۔ اور درپردہ ان تمام کی اعتقادی کمزوریاں جتلانا اور ان پر پھبتیاں اڑوانا مطلوب ہے۔ اور اس طرح سے اپنے آپ کو مؤلفانہ حیثیت سے مذہبی میدان میں لانے کا جتن کیا ہے۔ اگر تو جملہ حوالجات درج کرنے کا مقصد صرف اہل تشیع کے مقابل پر غیر تشیع عوام کو گمراہ یا غلطی خوردہ ثابت کرنا ہے تو ہم مندرجہ حوالجات کی روشنی میں بدلائل عقلیہ وضاحت کرنا بھی لازمی امر تھا۔ بلکہ عقلیہ اور نقلیہ اثبات پیش کرکے کم از کم دیگر فرقہائے اسلام کو اپنے فرقہ میں کھلے بندوں داخل ہونے کی دعوت بھی دینی چاہیئے تھی۔ مگر ایسی مردانگی سے تو مؤلف صاحب نے کمال ہمت سے نہ صرف اجتناب ہی کیا ہے بلکہ اس خیال سے اپنی رائے کا رائی برابر بھی اظہار نہیں کیا۔

پس حاصل مقصد ماسوائے دنیاوی وقار حاصل کرنے کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا جناب مؤلف صاحب نے بزعم خود اس تخیلاتی منزل پر گامزن ہونے کا پہلا حربہ یہی مناسب سمجھا کہ آئیں ادھر اُدھر کی مار کر ایک کتاب تالیف کریں اور عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال کر یونہی مسروقہ عبارات و بے بنیاد معلومات کا رعب ڈال کر علمائے کبار کی صف میں مسند نشین ہونے کا فخر حاصل کریں چنانچہ زیر بحث نام نہاد کتابچہ (عرفان الحق) تمام و کمال فرسودہ اور غیر معتبر روایات کا مجموعہ ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم قسم روایات کی کتب تشیع میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ سو اگر اسی قسم کی غیر مستند یا قابلِ تاویل روایات کی روشنی میں کسی فرقہ اسلام یا دیگر مذاہب والوں کو مورد الزام لانا ہو۔ تو پھر اہل تشیع کو مورد الزام گردانے کے لئے ان کی مستند کتاب " اصول کافی " ہی کافی ہے۔ جو بقول اہل تشیع کے اپنے فرضی اور رمز موہوم امام غائب کی خدمت میں پیش کی جا کر " ان ھذا کاف لشیعتنا " کا Golden medal (گولڈن میڈل) حاصل کر چکی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی فضیلت میں اہل تشیع کے " مجتہد العصر " حضرت سید العلماء فخر المحققین مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ :-

" اسی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ تمام متفرق کتابیں ایک یا چند بڑی کتابوں میں مجتمع ہو جائیں سب سے پہلے ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رح تھے جنہوں نے چوتھی صدی کے اوائل میں اس مقصد کو انجام دیا اور بیس برس کی مسلسل جفا کشی اور محنت سے کتاب کی تصنیف کی دیباچہ کتاب میں جب تحریر فرماتے ہوئے صاف ظاہر کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح اخبار جمع کئے جائیں گے جو تمام علوم و معارف دینیہ کو شامل اور رہبر

حیثیت سے کافی ہوں۔ کتاب کافی کا نام بھی انہی الفاظ کی بناء
پر "کافی" قرار پایا ہے اور چونکہ اس میں اصول و عقائد کے
احادیث کا ایک حصہ مستقل اور فروع یعنی مسائل شرعیہ کا حصہ
مستقل تھا اس لئے پہلا حصہ "اصول کافی" اور دوسرا حصہ
فروع کافی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ
تمام تشیعی جوامع حدیث میں کافی کا درجہ سب سے مقدم مانا گیا
ہے۔" (تدوین حدیث صفحہ ۲۲ و ۲۳ مؤلفہ علی نقی صاحب شیعی)

محولہ بالا اقتباس محترم شیرازی صاحب جیسے خود ساختہ عالم کے لئے
لمحۂ فکریہ ہے کہ جو کتاب کلینی جیسے بزرگ کی تالیف ہو۔ اور بقول اہل تشیع
مجتہد العصر علی نقوی صاحب جیسے عالم اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کتاب کی
تعریف میں رطب اللسان ہوں کہ "تمام علوم و معارف دینیہ کی یہ مجموعی کتاب
ہے" وغیرہ وغیرہ۔ پھر طرہ یہ کہ حضرت امام غائب کی سند کاف لشیعتنا اس کے
شامل حال ہو۔ سو ایسی مستند کتاب دنیائے اہل تشیع کو کیوں نہ مشعل راہ کا کام
دے تو جب ہم خلوص نیت سے محض معارف دینیہ کے حصول کی خاطر اس
کتاب کی ورق گردانی کرتے ہیں تو لامحالہ ہمیں اپنے روحانی ارتقاء کا بھی
اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا قرآن پاک جیسی اکمل و اعلیٰ کتاب بھی
تاحال نعوذ باللہ ادھوری ہے اور جملہ فرقہ ہائے اسلام کی باعتبار مذہب
مسلمہ طور پر نامکمل ہے (العیاذ باللہ) جبکہ بقول کافی جبرئیل علیہ السلام
کا لایا ہوا قرآن سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ گویا موجودہ مسلمہ قرآن پاک ابھی
تک ایک ثلث سے کچھ اوپر باقی ہے جبکہ موجودہ قرآن کی آیات کل چھ ہزار

تاثرات میں آکر "تعریف کاتبین" کے مصنف اہلِ تشیع کے نامور مولوی مرزا
احمد سلطان صاحب نے لکھا ہے کہ

"یقین جانئے آپ کا (یعنے شیعوں کا۔ ناقل) خدا اور رسول و
قرآن اہلسنت کے خدا اور رسول اور قرآن سے بالکل جدا
ہیں اور اسی سبب سے اُن کے عقائد سے مغائر و مبائن
ہیں"۔ (صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ ۱۹۱۸ء)

علاوہ اس کے اگرچہ اصول کافی میں اس سوال کے جواب میں جبکہ
ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں قرآن
کا کوئی حصہ موجودہ تحریر کے خلاف پڑھا تو امام صاحب کا جواب ان الفاظ
میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ

"کُفَّ عَنْ هٰذِہِ القِرَاءَةِ کَمَا یَقْرَءُ النَّاسُ حَتّٰی یَقُوْمُ
القَائِمُ فَاِذَا قَامَ القَائِمُ قَرَءَ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّ وَ
جَلَّ عَلٰی حَدِّہٖ"

(اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر)

یعنے اس قرأت کو چھوڑ دو اور جس طرح لوگ پڑھتے ہیں پڑھتے جاؤ۔ جب تک
امام آخرالزمان نہ آئیں جب وہ تشریف لائیں گے تو کلام اللہ کو جس طرح پر
واقع میں ہے تلاوت فرمائیں گے۔"

پھر ایک حکم یہ بھی ہے کہ "انکم علی دین من کتمه اعزه الله و
من اذاعه اذله الله" یعنے اے شیعو! تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس
دین کو چھپائے گا۔ اللہ اس کو عزت دے گا جو اس کو ظاہر کرے گا اللہ اس
کو ذلت دے گا۔" (اصول کافی صفحہ ۴۸۵ مطبوعہ لکھنؤ)

اب اگر اصول کافی کے ان جملہ احکام پر مکرم شیرازی صاحب جیسے شیعہ عمل نہ کرتے ہوں۔ تو یہ ان کی مرضی یا "تقیہ" ہوگا۔ ورنہ شرعی حکم کی پیروی میں کسی شیعہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ موجودہ قرآن کی پیروی کرے یا کوئی کتاب لکھے بلکہ اپنے شیعہ ہونے کا اقرار کرنا بھی جرم ہے۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ اہل تشیع کی کتب بھی ہر قسم روایات سے جو خلاف عقل و واقعات ہیں۔ پاک نہیں ہیں۔ لہذا بلا تحقیق و تنقید روایات کی آڑ میں کسی ایک فرقہ کو مورد الزام گردانے کی سعی کرنا بھی ادنےٰ درجہ کی حماقت و تذلل ہے۔ پس ہم شیرازی صاحب کی جملہ الزامی روایات سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ بجائے الزامی جوابات دینے یا فرقہ ہائے اسلام کی وکالت کرنے کے ہم شیرازی صاحب کے "قادیانی خدا" والے باب پر ہی اپنی بحث موقوف رکھ کر ان الزامات کو جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتب سے کتر بیونت کر کے پیش کئے گئے ہیں بمکمل حوالوں کی شکل میں بشرح و بسط قارئین کرام کے سامنے پیش کریں گے تا قارئین کرام خود ہی حقیقت حال سے واقف ہو کر بجائے خود حق و باطل کا امتیاز کر سکیں۔ وباللہ التوفیق۔

چونکہ خاکسار مؤلف مکرم شیرازی صاحب کے علمی استعداد اور اس کی خامہ فرسائیوں سے ذاتی طور پر واقف ہے اور مجھے اپنی معلومات کی بنا پر اس بات کا یقین ہے کہ شیرازی صاحب نہ صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی ماموریت کی کتب سے نا آشنا ہیں بلکہ مندرجہ معترضانہ عبارات کے سمجھنے سے بھی وہ بذات خود قاصر ہیں اسی طرح جو عربی و فارسی عبارات دیگر فرقہ ہائے اسلام کی نسبت مرقوم فرمائی ہیں ان کے معانی و مفہوم سے بھی

تطلی ناواقف ہیں۔ چونکہ اقتدار کی ہوس جنون کا رنگ رکھتی ہے لہٰذا کسی معترض کی کتاب سے چند ادھورے حوالہ جات نقل کر کے اپنی تالیف کو مزین کرنے کی بے سود کوشش کرنا بھی حماقت ہے چنانچہ شیرازی صاحب اپنی تالیف کی تمہید میں ہی اپنی نقل نویسی کا بذات خود اعتراف کرتے ہوئے مرقوم ہیں کہ

"اس تالیف میں عالیجناب مولانا احمد علی صاحب قبلہ لاہوری کی تصنیفات سے اکثر اقتباسات خصوصیت سے شامل کئے گئے ہیں۔" (تمہیدی نوٹ صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں کہ

"اس تالیف میں جتنے بھی حوالجات درج ہیں وہ دیگر معتبر کتب سے لئے گئے ہیں مؤلف کی اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں۔" (تمہیدی نوٹ صفحہ ۷)

پھر اپنی کس مپرسی اور قابل رحم حالت کے پیش نظر اپنی بلا دوسرے کے سر تھوپنے کی غرض سے یوں معذرت خواہ ہوتے ہیں کہ

"راقم جناب مولانا احمد علی صاحب قبلہ لاہوری سے مؤدبانہ معذرت خواہ ہے کیونکہ اس تالیف میں بیشتر اقتباسات ان کی ایک کتاب شیعہ پاکٹ بک سے ماخوذ ہیں۔"

(صفحہ ۶ تمہیدی نوٹ عرفان الحق)

پس شیرازی صاحب کی معذرت خواہی اس بات کی بین دلیل ہے کہ زیر بحث کتابچہ کی تالیف کی زحمت کا مقصد کسی قسم کے ہوس اقتدار

کے حصول کا ہی پیش خیمہ ہے ورنہ دینی امور میں ان کی ذاتی تحقیق کا جو عالم ہے اس سے ان کے گاؤں والے بھی کماحقہ واقف ہیں اور ہم ان کے اس انوکھے طریقہ کار کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے ورنہ ان کے پیش کردہ موضوعات خصوصاً جماعت احمدیہ کے متعلق فرسودہ اعتراضات جن کو معترضین نے بارہا پیش کر کے جماعت احمدیہ کے دندان شکن جوابات سنکر ہمیشہ فرار اختیار کیا ہے۔ شیرازی صاحب نے پھر سے جو پیش کئے ہیں اُن کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ہی کبھی نصیب نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اُن کی کتب کو دیکھا بھی ہوگا ورنہ غلط حوالجات لکھ کر مکھی پر مکھی مارنے والی کارروائی سے ضرور پرہیز کرتے۔

خاکسار راقم الحروف موجودہ وقت میں اپنی عدیم الفرصتی، حالات کی ناسازگاری، خانگی پریشانیوں کی وجہ سے کسی قسم کی مضمون نویسی کا اہل نہیں ہے اور نہ ہی میرے نزدیک جملہ فرسودہ اعتراضات کی کوئی اہمیت ہے۔ مگر گذشتہ ماہ جموں میں اکثر دوستوں نے مجھے شیرازی صاحب کے کتابچہ کے اس باب کی طرف توجہ دلائی جو جماعت احمدیہ کے خلاف بعنوان "قادیانی خدا" لکھا گیا ہے معترض کی اس تالیف کا ذکر میں نے مکرم و محترم ابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ جموں سے کیا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے پہلے ہی بعض اعتراضات کا مبسوط جواب دستی تیار کر کے ۲۵ صفحات پر مشتمل شیرازی صاحب کے حوالہ کر دیا ہے جو کہ انہوں نے خاموشی کے ساتھ ہی ہڑپ کر دیا ہے۔ البتہ زبانی شکوہ کیا کہ۔

"عرفان الحق میں قادیانی خدا لکھنے کی وجہ (مکرم) اینٹی صاحب کی میڈ ٹرو انی تقریر ہے۔ جبکہ آپ نے شعبوں پر تنکتہ چینی کی تھی۔ انہی کی عداوت میں یہ اعتراضات ملفوظ دیئے ہیں ورنہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔"

(زبانی بیان شیرازی صاحب)

بہرحال مکرم بابو صاحب نے اپنا جوابی قلمی نسخہ مجھے بھی دیا۔ میں نے ان کی کاوش اور غیر معمولی جوابی محنت کو دیکھ کر محسوس کیا کہ ہو نہ ہو شیرازی صاحب کے اس تازہ کتابچے نے سادہ مسلمانوں میں ضرور اضطراب پیدا کیا ہوگا پونچھ واپس آکر بھی میں نے بعض احباب کو اسی رنگ میں دیکھا اور کمال یہ ہے کہ عوام کا رجحان بھی صرف اسی باب یعنی "قادیانی خدا" کی طرف ہی دیکھا حالانکہ ان احباب کو سُنی المذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے خلاف روایات کی بھی چھان بین کرنی چاہیئے تھی۔ مگر اس طرف انہیں ذرا توجہ ہی نہیں تھی۔ بلکہ دیگر فرقہ ہائے اسلام کے خلاف تمام کلمات کو بادہ گوئی تک ہی موقوف رکھا اور صرف اسی باب کے جواب کا ہر طرف سے استفسار ہوتا رہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں قدرتی طور پر احمدیت کی افضلیت اور حقانیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

بعدہٗ میں نے اپنے خلاف مضمون کے جواب میں احمدیہ بلڈنگ پونچھ میں اکثر غیر احمدیوں کو مدعو کر کے دو لیکچر دیئے۔ معترض کے اعتراضات کی پردہ دری کر کے لوگوں کو اصل حقیقت سے پورا روشناس کیا جو کہ بفضل تعالےٰ پسند کیا گیا۔ مگر پھر بھی ایک غیر احمدی دوست نے مشورہ دیا کہ ان لیکچروں کو کسی طرح ضبطِ تحریر میں لاکر شیرازی صاحب کی تالیف کے ساتھ ہی علاقہ میں

پھیلادی جائیں تاکہ دور دراز علاقہ کے باشندگان بھی شیرازی صاحب کی دروغ بافی سے واقف ہوجائیں۔

لہٰذا میں نے اس اپنے قریبی غیر احمدی دوست صاحب کے اصرار پر اور رونما حالات سے متاثر ہو کر یہ مصمم ارادہ کیا کہ کم از کم کتابچہ زیر بحث میں درج شدہ عنوان "قادیانی عقائد" کا عام فہم محققانہ اور سلیس رنگ میں جواب لکھ کر شائع کیا جاوے۔ تا شیرازی صاحب اور ان کے حواریوں پر واضح ہو جاوے کہ کس قدر چالاکی اور غلط استدلال کا مظاہرہ عمل میں لایا گیا ہے۔ پس میں اسی ارادہ کے تحت نام نہاد عرفان الحق کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ مجھ سے ہمدردی رکھنے والے دوست میرے جوابات کو ان تمام دوستوں تک پہنچانے میں پورا تعاون دیں گے جن کو شیرازی صاحب نے اپنی تالیف کی کئی جلدیں مطالعہ کے لئے دی ہیں۔ اس طرح سے ان اشخاص کو متنازعہ فیہ مسائل کی تہہ تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ چونکہ شیرازی صاحب نے نہایت چالاکی سے حضرت مسیح موعودؑ کو مورد الزام گردانے کے لئے حضور علیہ السلام کی کتب سے جو حوالجات کتر بیونت یا توڑ مروڑ کر کے درج کئے ہیں اُن تمام اقتباسات کو صحیح شکل میں درج کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور پھر حوالوں کی تشریحات حسب ضرورت کر کے اس اہم فریضہ کی انجام دہی سے سبکدوش ہونے کی سعی کروں گا۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس نسخہ کو کامیاب کرے۔ اور بہتوں کی نجات کا موجب ہو۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار محمد صدیق فانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ۔

حال پونچھ ۱۱/۶۶ ۱

تفصیلی فہرست مضامین مرآۃ الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم - و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

اگرچہ احمدیت کے خلاف کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات مکمل اور مدلل طور پر ہمیشہ ہی دیئے گئے ہیں۔ مگر معترضین ان سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے ان کو مختلف رنگوں میں دہرا کر پبلک کو احمدیت سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک معترض سید خادم حسین صاحب نے قریباً پونے تین صد صفحات پر مشتمل ایک کتاب عرفان الحق شائع کی ہے۔ اس میں انہی فرسودہ اعتراضات کو دہرایا گیا ہے جن کے بارہا دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں۔ اس کتاب میں بھی دھوکہ دہی کے وہی طریق اختیار کئے گئے ہیں۔ جو عموماً معترضین کی طرف سے اختیار کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب ضلع پونچھ کے گردونواح میں مفت تقسیم کی گئی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کے مطالعہ سے لوگوں کو دھوکہ لگے اور وہ حقیقت حال سے بے خبر رہ کر احمدیت کے متعلق برا اثر لیں اس لئے مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب نائب صدر جماعت احمدیہ پونچھ نے اپنی طرف سے اس کا جواب کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ جس کا نام انہوں نے مرآۃ الحق بجواب عرفان الحق رکھا ہے۔ امید ہے کہ ان کا یہ کتابچہ معترض کے اعتراضات کا اثر زائل کرنے کے لئے مفید ثابت ہوگا اور

ساتھ ہی اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کارگر ہوگا کیونکہ انہوں نے مدلل طور پر معترض کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دیئے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب و تحریرات سے اصل و پورے حوالجات دے کر معترض کی بدنیتی کو واشگاف کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کا مقصد تحقیق حق کی بجائے عداوت حق کا اظہار اور پبلک میں شہرت کا حصول ہے۔ یہ کتابچہ معترض کے مقاصد پر ایسا کاری ضرب ثابت ہوگا انشاء اللہ۔ اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس کی بکثرت اشاعت کریں۔

خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ

قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم - و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

"خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"

نام نہاد "عرفان الحق" نامی کتاب میں قائم کردہ باب

"قادیانی خدا" کے محققانہ جوابات

پیشتر اس کے کہ میں مندرجہ اعتراضات کے تحقیقی جوابات رقم کردیا کروں یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ معترض نے حوالجات کے اندراج میں دانستہ یا نادانستہ طور پر ناجائز تصرّف سے کام لیکر احمدیہ جماعت کے اصول و عقائد کا جو غلط نقشہ پیش کیا ہے وہ نہایت ہی افسوسناک ہے اس لئے زیادہ مناسب یہی رہے گا کہ معترض کی پیش کردہ ادھوری سطور کو بھی ساتھ لکھ کر پھر حضور علیہ السلام کی کتب سے پورا اقتباس متعلقہ اعتراض درج کیا جاوے۔ اور پھر مزید تشریحات کی روشنی میں اعتراض کی توضیح کی جاوے۔ مجھے امید ہے کہ اس طریقۂ کار سے قارئین کرام کو حقیقت کے سمجھنے میں زیادہ آسانی رہے گی۔ لہٰذا اس کلیہ کے تحت میں معترض صاحب کے مندرجہ حوالجات پر شرح و بسط سے تبصرہ کرکے قارئین کرام کے لئے حق و باطل کے امتیاز کا بہترین موقعہ فراہم کرونگا۔

وباللہ التوفیق۔ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔

پہلا اعتراض۔

"ربنا العاج (خدا ہمارا عاجی ہے) جس کے معنے ہاتھی دانت یا گوبر ہے"

عرفان الحق صفحہ ۱۱

الجواب۔ معترض صاحب نے پہلے نمبر پہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو الہام "ربنا عاج" کو "ربنا العاج" کر کے لکھا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شیرازی صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتب کا بذاتِ خود مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ بسم اللہ پہ ہی شاید اس بد دیانتی کا مرتکب ہونا پسند نہ کرتے کہ لفظ "عاج" کی بجائے "العاج" ال کو ٹھونس کر لکھ دیتے۔ محققین اس ایک ہی لفظ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک ملہم و مامور من اللہ کے الفاظ میں کس جرأت سے ناجائز تصرف کا التزام ہے العیاذ باللہ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

دوم۔ براہین احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے قبل از دعوئے ماموریت کی تصنیف ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو باوجود الہامات ہونے کے یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کا ذکر قرآن پاک اور احادیث میں کنایۃً و صراحتاً آیا ہے۔ لہذا جملہ الہامات کو بھی سادگی سے رقم فرمایا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ جہاں سے معترض نے الہام زیر بحث نقل کیا ہے اس کی پوری عبارت یوں مرقوم ہے کہ:-

"ان معی ربی سیھدین رب اغفر وارحم من السماء
ربنا عاج رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ"

اس عبارت کا ترجمہ بھی حضور نے خود فرمایا ہے کہ!

"بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا
اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر
ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)
جن باتوں کی طرف مجھے بلاتے ہیں اُن سے اے میرے
رب مجھے زندان بہتر ہے"

پھر آگے چل کر ان الہامات کی تشریح میں حضور فرماتے ہیں کہ:

"یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں
جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ و ۵۵۶ حاشیہ)

(در حاشیہ)

نہ معلوم شیرازی صاحب کو اتنی بڑی عبارت میں صرف "ربنا عاج" ہی
کیوں نظر آیا۔ اور اس کو ہی مخصوص کر کے انہیں خدائی کا انکشاف کرنا مطلوب
تھا۔ تاہم معترض صاحب نے کمر ہمت باندھ کر الہام زیر بحث کا خود ساختہ
ترجمہ کر کے دھوکہ دہی کی ایک صورت نکال ہی لی تھی۔ جو ہم نے بفضلہ
تعالیٰ تاحال پوری عبارت سامنے لانے کے ساتھ ہی عریاں کر دی ہے
مزید توضیحات بھی پیش کرتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

جہاں تک الہام مذکور کی تشریح کا تعلق ہے بروئے لغت یا معنے
اور اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا اظہار کرنے والا ہے اور وہ اس طرح

کہ لفظ "عاج" جو اسم فاعل ہے اس کے از روئے لغت دو مادے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اوّل عجو ثؔ۔ دوسرے عجّ۔ "عجوۃ" کے معنے ہیں "شیر خوار طفل یتیم پرورش کردہ" (منتہی العرب) اور اس لحاظ سے ربنا عاج کے یہ معنے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو ہماری یتیمی اور بے کسی کی حالت میں جبکہ ایمان ثریا پر چلا گیا تھا۔ مسیح موعودؑ کے ذریعہ علم و معرفت کے روحانی دودھ سے ہماری تربیت فرمانے والا ہے۔ چنانچہ اسی مفہوم کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام بھی اشارہ کرتا ہے کہ :۔

"آسمان سے بہت دودھ اُترا ہے محفوظ رکھو۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۱)

دوسرے مادہ کے تحت عجّ کے معانی بیان کرتے ہوئے منتہی الارب میں مرقوم ہے کہ عجّ۔ عجّاً۔ عجیجاً بر داشت آواز را و بانگ کرد۔ یعنی عجّ کے معنے آواز کا بلند کرنا ہے۔ اسی طرح قاموس مجمع البحار میں لکھا ہے لہٰذا اس مفہوم کی صورت میں ربنا عاج کے معنے ہیں کہ "ہمارا خدا اپنی آواز بلند کرنے والا ہے"۔ چنانچہ سنتِ الٰہیہ بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آواز یعنے اس کی وحدانیت کو پھیلانے والے اُسی کے مبعوث کردہ مامور ہی ہوتے ہیں لہٰذا اس الہام میں بھی خدا تعالیٰ نے حضورؑ کو قبل از وقت بشارت دی تھی کہ میں تجھے مسیح موعود کی حیثیت میں کھڑا کر کے تیرے ذریعہ اپنی وحدانیت کی آواز دنیا کے کناروں تک بلند کراؤں گا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ اس وقت اعلائے کلمۃ الحق کی تبلیغ و اشاعت کی واحد جماعت عالم اکناف تک پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی ترقی و اقبال کو دیکھ کر بڑے بڑے دنیا کے مؤرخ ششدر رہ

گئے ہیں۔ اور بالمقابلہ طور پر جماعت احمدیہ کو "تناور درخت" (زمیندار ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء) اور "فتح نصیب جرنیل" (ابو الکلام آزاد) کے خطابوں سے یاد کرتے ہیں سے

"یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمتگزار (درثمین)

الغرض اہل تشیع کو "ربنا خاج" کی رہنمائی میں آواز بلند کرنے کی نہ تو اجازت ہے اور نہ ضرورت۔ انہیں تو اپنے علمائے دین کے اس حکم کی پیروی ہی ہمیشہ مناط رہنا ہے کہ :

"انکم علیٰ دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ" (اصول کافی صفحہ ۴۸۵) کہ

اے شیعو عزت کی خاطر دین کو بھی چھپانے کا حکم ہے ورنہ ذلت اٹھاؤ گے۔

سو آپ کی طرف سے اعلاء کلمۃ الحق جیسی اہم ذمہ داری کو سوچنا بھی محال ہے چہ جائیکہ تبلیغ اسلام کے فریضہ کو ادا کرنا۔ یہ تو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے مرسل مہدیٔ زماں کا ہی ورثہ ہے کہ اشاعت دین کے لئے بغیر اپنی عزت کی پرواہ کئے ہر کس و ناکس مخالف و موافق کو مشعل راہ دکھائے اسی لئے حضور نے فرمایا ہے کہ سے

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض ۔ گر وہ ذلت سے ہے راضی اس پہ سو عزت نثار
گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے ۔ ان کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزیں و دلفگار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار" (درثمین)

دوسرا اعتراض:۔

"کتاب البریہ صفحہ ۸۷، آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴۔ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں کتاب البریہ صفحہ ۷۹ نوٹ۔ خدا نے میرے وجود میں داخل ہوگیا .... اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان و زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کی خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔" (عرفان الحق صفحہ ۵۲)

"السید" کا ایک کشف
پر بے جا اعتراض

الجواب:۔ معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اپنے مطلب کی چند سطور درج کر کے یہ ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت اقدس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام کی عربی عبارت تو معترض نے پیش نہیں کی البتہ کتاب البریہ کی بڑی تقطیع کے دو صفحات کی عبارت کو چند لفظوں میں گستہ کر خدا واسطے کے اعتراض کی گنجائش نکال کر عوام کو نہایت دلچسپی کے ساتھ دھوکا دینے کی نمایاں کوشش کی ہے تاہم مجھے خوشی ہے کہ معترض نے لفظ "کشف" کو اپنے اعتراض میں شامل رکھا ہے جو کہ نہ صرف اس تمام اعتراض کا دفاع کرتا ہے بلکہ اس تمام عبارت کی روح ہے۔

کشف کی اصل تعبیر

لہٰذا معترض کو جاننا چاہیئے کہ عدم علم سے عدم شئی لازم نہیں آتا اور نہ ہی کسی شخص کے قلت تدبر سے حقیقت پر

پردہ ڈالا جا سکتا ہے کشف کو ظاہر پر محمول کرنا قرینِ دانشمندی نہیں ہے کیونکہ کشف
ہمیشہ تعبیر طلب ہوتا ہے پس شیرازی صاحب جیسے افراد کا کشف پر بے جا
اعتراض کرنا ہی اُن کے اسرارِ کشف سے ناواقف ہونے کا ادنیٰ ثبوت
ہے کتابت کے اصول کی رو سے معترض پر یہ لازم آتا ہے کہ اعتراض کرنے
سے پہلے ان کی تعبیر معلوم کرے نہ کہ کشف کے الفاظ کو ظاہر پر محمول کر کے بناءِ
اعتراض بنائے علاوہ اس کے تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ (یعنی
کسی قول کی ایسی تفسیر کرنا جو اس کے کہنے والے کو مسلّم نہ ہو اصولی علماء کے نزدیک
ہرگز جائز نہیں) کو ہی مدِنظر رکھ کر اپنی منقولی تحقیق کے ذریعہ کو ادا کرنے سے
پیشتر اس اصول پر تدبّر کرنا ضروری امر ہے کہ اس کے مصنف اور لکھنے
والے نے بذاتِ خود اس کا کیا مطلب اور مفہوم لیا ہے۔ کیونکہ صاحب
کشف کی اپنی بیان کردہ تشریح کے خلاف کوئی تشریح قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔
لہٰذا میں اسی اصول کے مدنظر اپنے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی مبینہ تشریح متعلقہ کشوف و رؤیا کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھوں گا تا قارئین
پر منکشف ہو جائے کہ کشوف و الہامات کی اصل حقیقت کیا ہے اور صاحب
کشف نے بذاتِ خود کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔

چنانچہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۴ جہاں سے یہ اعتراض نقل کیا گیا
ہے اس کی عربی عبارت یوں ہے:۔

"رَأَيْتُنِي فِي الْمَنَامِ عَيْنَ اللّٰهِ وَتَيَقَّنْتُ
أَنَّنِي هُوَ"

جس کا ترجمہ معترض نے یوں کیا ہے کہ:۔

"میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین

کیا کہ وہی ہوں" (عرفان الحق صفحہ ۵۲)

حضور علیہ السلام کے محولہ بالا الفاظ پر اگر شیرازی صاحب جیسے عامی کا براہِ راست یہ اعتراض ہوتا تو میں کسی حد تک معذور خیال کر کے ان کی عربی زبان سے ناواقفی یا پھر علمی بے چارگی کا پورا احساس کر کے معاملہ درگزر کرتا مگر بقول ان کے "مولانا احمد علی صاحب تبلہ لاہوری" (جن کی تالیفات سے یہ اعتراضات لئے گئے ہیں) جیسے لکھے پڑھے عالم کی طرف سے ہیچ قسم اعتراضات نہایت ہی افسوس کُن ہیں۔ بہرحال قطع نظر اس کے محترم شیرازی صاحب کو بھی کم از کم "نقل را عقل باید" سے کام لے کر خواہ مخواہ کا معترض بننے سے اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔ مگر سچ ہے کہ ؎

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

رؤیا اور بیداری قارئین پر واضح رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت میں صاف طور پر "کشف" یا "خواب" کا ذکر موجود ہے۔ خواب اور بیداری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضورؑ کے الفاظ یہ ہیں کہ "میں نے ایک خواب میں دیکھا" اور خواب وغیرہ کو ظاہر پر محمول کرنا صریح نادانی ہے اور خصوصاً اس زمانہ کے موحّدِ اعظم پر اس بنا پر اعتراض کرنا بھی سراسر ظلم اور سچائی کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:

"رأیت فی یدی سوارین من ذھب" (صحیح مسلم الجزء الثانی فی کتاب الرؤیا)

کہ میں دو سونے کے کنگن اپنے ہاتھ میں پہنے دیکھے اور وہ مجھے بہت

بُرے معلوم ہوئے۔ الخ

حالانکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ سونا پہننا مردوں کو حرام ہے تو کیا علماء شیعہ یا دیگر معاندین یہ فتوے دیں گے کہ (نعوذ باللہ من ذالک) آنحضرت صلعم نے فعل حرام کا ارتکاب کیا؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ حرمت کا فتوے ظاہر پر ہے اور یہ واقعہ خواب کا ہے۔ اور خواب یا کشف کو ظاہر پر محمول کرنا ہرگز درست نہیں۔

علاوہ اس کے اگر حضرت مسیح موعودؑ کے محولہ بالا کشف پر آپ لوگ من گھڑت خدائی کا دعویٰ منسوب کرنے پر ہی بضد ہیں تو پھر مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق آپ لوگوں کا خیال ہے؟

"رأیت ربی فی صورۃ شاب امرد قططا له وفرۃ شعر وفی رجلیه نعلان من ذهب"

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۷ا جلد ا)

"کہ میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا اس کے لمبے بال اور اس کے پاؤں میں سونے کے جوتے ہیں"

کیا شیرازی صاحب یا ان کے ہمنوا احمدیت کی مخالفت میں رسول پاک صلعم پر بھی الزام شرک یا الزام تحقیر لگا کر آپ سے رد گرداں ہو جائیں گے؛ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کے متعلق انکار ممکن نہیں کیونکہ ابن صدقہ جیسے کٹر شیعہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

"حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہ الا معتزلی" سو مجھے امید ہے کہ شیرازی صاحب اس حدیث کے منکر ہونے میں معتزلی بننے کا خدشہ ملحوظ رکھیں گے۔

چونکہ یہ واقعہ بھی کشفی ہے لہٰذا حضرت ملا قاری کا یہ قول بھی قابلِ ذکر

ہے کہ:-

"الحدیث ان احمل علی المنام فلا اشکال فی المنام" کہ

"اگر اس حدیث کو خواب پر محمول کیا جاوے تو کوئی اعتراض نہیں۔"

(موضوعات ملا علی قاری صفحہ ۲۸۴)

اسی طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا بھی یہی قول ہے کہ:

"ان هذه الرؤية كانت فی عالم الخيال ومن شأن الخيال ان يجسد ما ليس من شأنه التجسد من المعانی الخ" (الیواقیت والجواہر جلد اول صفحہ)

کہ "یہ رؤیا عالم کشف کا واقعہ ہے اور وہاں غیر مجسم چیزیں مجسم نظر آجایا کرتی ہیں"

غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کا کشف بالکل مشابہ ہیں پس جو جواب آپ لوگ مندرجہ بالا رؤیا کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے مسلّم ہے :-

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے محولہ بالا خواب کی مبنیہ تعبیر

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اپنے اس کشف کی واضح طور پر تشریح بیان کی ہے لیکن معترض نے دانستہ طور پر اس کو مکتوم کر رکھا ہے گویا لاتقربوا الصلوٰۃ پر ہی عمل پیرا ہو۔ نہ کا نہیتہ کر رکھا ہے۔ بہر حال حضورؑ اپنے اس کشف کا ذکر کرنے کے بعد خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولا نعنی بهذه الواقعة كما يعنی فی كتب اصحاب وحدة الوجود وما نعنی بذالك ما مذهب الحلوليين بل هذه الواقعة توافق حديث

النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی بذالک حدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللہ الصالحین۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۶)

یعنی ہمارے اس کشف سے وہ مراد نہیں جو وحدۃ الوجود والے یا حلول کے قائل مراد لیا کرتے ہیں بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث سے بالکل موافق ہے جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کا ذکر ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۶۴ میں ہی تحریر فرمایا ہے کہ!

" اعنی بعین اللہ رجوع الظل الی اصلہ و غیبوبۃ فیہ کما یجری مثل ھٰذہ الحالات فی بعض الاوقات علی المحبین"

یعنی "عین اللہ سے مراد ظل کا اصل کی طرف جانا اور اس کا اس میں فنا ہو جانا ہے جیسا کہ بعض اوقات محبانِ الٰہی پر یہ حالات گذرتے ہیں۔

الغرض صاحب الہام و کشف کے الفاظ صریح واقعہ مندرجہ ذیل حدیث بخاری کے بالکل ہم معنی ہے اور اس سے حلول یا اتحاد فی الوجود کا نکالنا سراسر باطل ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ!!

" مَا یزالُ عَبْدِی یتقربُ اِلَیَّ بالنوافِل حتّٰی اُحِبَّہٗ فاذا احببتہ کُنْتُ سمعہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبصِر بہٖ ویدہ الّتی یَبطِشُ بِھَا ورجلہٗ الّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع جلد۴ صفحہ ۹۳)

ترجمہ:۔ نفل گذار بندہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس

سے محبت کرنے لگتا ہوں تب میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ یہ آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے"۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف میں بھی اسی مرتبہ کے حصول کا ذکر ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلعم کے ذریعہ امت محمدیہ کے کامل افراد کو دی ہے۔ لہٰذا اگر شیرازی صاحب یا ان کے ہمنواؤں کو اس کشف پر اعتراض ہے تو ان کے معنے یہ ہوئے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کر رہے ہیں کاش معترض حضرت مرزا صاحب کی کتب کا خود بغور مطالعہ کرتے تو شاید شیعہ پاکٹ بک کے مصنف کی گمراہ کن تحقیق پر انحصار نہ رکھتے ہوئے بے جا اعتراض نہ کرتے اور ناحق کا پریشانی کی ترجمت کا باعث نہ بنتے:

علم تعبیر الرؤیا اور کشف حضرت مسیح موعودؑ

علاوہ ازیں تعبیر کی کتابوں میں بھی اس کشف کی تعبیر کو نہ صرف یہ کہ قابل اعتراض نہیں ٹھیرایا گیا بلکہ اس کی نہایت اعلیٰ تعبیر بیان کی گئی ہے چنانچہ تعطیر الانام میں جسے علم تعبیر الرؤیا میں خاص قبولیت اور شہرت حاصل ہے لکھا ہے کہ:۔

"مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ اَنَّهُ صَارَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی فَسَوْفَ يُهْدٰى اِلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ"

یعنی جو شخص یہ خواب دیکھے کہ وہ خدا ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے اسے ہدایت کی منزل مقصود کو پورا کرے گا"۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسان عالم کشف میں اپنے آپ کو خدا دیکھ سکتا ہے اور یہ کشف کسی گھٹیا درجہ کے انسان اور مقبول الا العالمین کو ہی دکھایا جاتا

ہے شیرازی صاحب جیسے کور باطن انسان کے لئے تو اس مرتبہ کے انسان کو شناخت کرنا در کنار اس مقام کو سمجھنا بھی مشکل ہے لہذا اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے جن لوگوں کو خدا تعالےٰ نے اس مقام اور صاحب مقام کو سمجھنے اور جاننے کا فہم و ادراک بخشا ہے وہ اس قسم کشوف کے محاصل کی دل سے قدر کرتے ہیں اور اُن کے قدموں کی خاک چھاننا ہی اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں بلکہ ایسے ہی اشخاص نے رہ ایان کو در اثت کا رنگ دیکر اپنی تحریرات میں بھی حقیقت کو منکشف کر دیا ہے جیسا کہ صوفیاء کرام و بزرگان دین سے مبیّن ہے۔ مثلاً

(الف) "انک ترئ فیہ (فی المنام) واجب الوجود الذی لایقبل الصور فی صورۃ ویقول لک معبر المنام صحیح ما رأیت ولکن لہا تاویل کذا وکذا۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ا صـ۱۶۳)

یعنی تم خواب میں اللہ تعالےٰ کو کسی شکل میں متجسم دیکھ سکتے ہو علم التعبیر کا واقف تمہاری خواب کو صحیح قرار دیکر اس کی تاویل بتا دے گا۔"

(ب) حضرت سید عبد القادر جیلانی رح کی تالیف فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ صفحہ .. اعزبی عبارت میں مرقوم ہے جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"اللہ تعالےٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے آدمزاد! میں خدا ئے واحد ہوں اور کُن کہنے سے ہر چیز پیدا کر لیتا ہوں تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی کُن فیکون کے اختیارات دے دوں گا۔ اور اللہ تعالےٰ نے یہ سلوک بہت سے انبیاء

اور اولیاء اور اپنے خاص بندوں سے کہا بھی ہے۔"

(ج) حضرت فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ:-

"جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب کو حق ہی دیکھے تو یہ عجب نہیں ہوتا۔"

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۹ – تذکرہ بایزید بسطامیؒ)

(د) مولوی عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:-

"عارف کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اسکی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ درحقیقت ان اعضاء سے پاک ہے چنانچہ اس حدیث میں کنت سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرف اشارہ ہے اور اسی مرتبہ میں حدوث وجود کا راز کھلتا ہے۔ اگرچہ خدائے پاک اپنی ذات اور صفات میں جمیع کائنات سے الگ اور ممتاز ہے کوئی ممکن واجب نہیں ہو سکتا لیکن عارف پر وجوب کا ایک ایسا پرتو پڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں تب اس کا تصرف عالم میں ہونے لگتا ہے اور وہ شخص فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔" سہ

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے سو یہ مرتبہ خاص انبیاء علیہم السلام کو اور ان سے کچھ اتر کر ان کے کچھ متبعین اولیاء کرام

کو نصیب ہوتا ہے۔" (مقدمہ تفسیر حقانی صلا)

یہ چاروں اقتباسات اپنے مطلب کے لحاظ سے نمایاں اور واضح ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں کاش محترم شیرازی اور ان کے رفقاء صوفیاء کرام کے ان زریں اقوال پر کان دھر کر کچھ نصیحت حاصل کر کے اس زمانہ کے بڑے سے بڑے عارف باللہ اور ملہم من اللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو شناخت کرنے کی سعی فرماتے تا شاید من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ والی حدیث نبوی کی وعید سے نجات پاتے اور اپنے بودے اعتراضات کے نتیجہ میں شرمندگی کا موجب نہ ٹھہرتے مگر سچ یہی ہے کہ ؎

قدرِ زر زرگر بداند یا بداند جوہر جوہری

پس یاد رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا کشف تو با صوفیاء کرام کی زبان اور ان اصطلاح میں حضورؑ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے نہ کہ قابلِ اعتراض ؎

" بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا

ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بے شمار (مسیح موعودؑ)

خدا تعالیٰ کی ہستی اور مسیح موعودؑ

جملہ منقولات احادیث و اقوال صوفیاء کرام درج کر کے اب میں معترض صاحب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بقول آپ کے خدائی کا دعوٰی کیا تھا تو ضروری تھا کہ حضورؑ دوسرے مدعیان الوہیت کی طرح خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہو کر اپنے معتقدین کو بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کے انکار کی تلقین کرتے مگر اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضورؑ نے اپنی کتابوں میں بار بار خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔

(دلائلِ) خداوندی کے دلائل کو غلط ثابت کر کے اپنی جماعت کو پُر زور الفاظ میں اس (خدائے) لاشریک ہستی پر ایمان لانے کی تلقین کی ہے چنانچہ حضور اپنی تالیف لطیف (تجلیاتِ الٰہیہ) صفحہ ۲۰ میں فرماتے ہیں کہ :-

"وہ تمام دُنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے اوپر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھائے جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے"

پھر حضور علیہ السلام توحید کے عقیدہ کی تشریح میں بھی اپنے خداداد (طریق) سے جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ :-

"اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں اور وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں

جس کا کوئی ہم صفات نہیں۔" (الوصیت ص۱۱)

کیا دنیا میں کوئی سعید الفطرت اس تحریر کے راقم کو مدعی الوہیت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس عبارت کا ایک ایک لفظ اس شخص کے فنائی اللہ اور بقاء باللہ پر دال ہے۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی محکم عبارات کی موجودگی میں آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دینا کہ آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے ایسا ہی ہے جس طرح کہ آریہ اور عیسائی قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے شرک کی تعلیم ثابت کریں۔ پس اے سوچنے والو سوچو! اور تفکر کرو کہ آخر یہ بہتان طرازی کیوں ہے؟ کیا صرف اس لئے نہیں کہ دنیا کے فرزندوں کو روشنی سے روکا جائے اور وہ نور ہدایت سے منور نہ ہونے پائیں اور پھر تعجب ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے مہدی زماں کے خلاف بیہودہ سرائی اور الزام آرائی تو اور بھی حیران کن ہے جبکہ ان کے ہاں مسلّم ہے کہ مہدی موعودؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ موسیٰؑ۔ یوشعؑ۔ عیسیٰؑ۔ شمعونؑ۔ آنحضرت صلعم اور امیر المومنین ہونے کا دعوےٰ کرے گا۔ اور ببانگ دہل اعلان کرے گا کہ:-

"فَھَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٌ صلے اللہ علیہ وسلم و امیر المؤمنین"۔ (دیکھو کتاب بحار الانوار ص۲۰۲)

"تو اس صورت میں کم از کم اہل تشیع کو ناحق کے اعتراضات سے اجتناب کرنا چاہیئے تھا جبکہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ادعائے مہدویت میں ان مراتب کا اقرار بھی موجود ہے کہ:-

"میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ؛ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شما

میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار ٭ وہ شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار ٭ میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار ٭ کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح

اسمعو صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
(مسیح موعودؑ)

پس ایسے اولوالعزم مدعیٔ ماموریت اور خدا تعالیٰ کے مرسل کے کشوف و الہامات پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنا بھی جہاں حق و صداقت کا خون کرنے کے مترادف ہے وہاں اغیار کی مخاصمت و مخالفت حضرت مرزا صاحبؑ کے حقیقی مہدی ہونے کی مصدقہ دلیل بھی ہے جیسا کہ مولوی سید محمد سبطین صاحب شیعہ اپنی کتاب الصراط السوی صفحہ ۵۰۳ میں مرقوم ہیں کہ:-

"اور علماء اُس کے (یعنی مہدی کے۔ ناقل فانی) قتل کے فتوے دیں گے اور بعض اہلِ دول اُس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے اور یہ تمام نام کے ہی مسلمان ہوں گے۔"

پس معترض شیرازی صاحب کو شیعہ ہونے کی حیثیت سے اپنے اس مخالفانہ رویہ کو اسی خدشہ کے تحت بدلنا چاہیئے کہ کہیں وہ بھی "نام کے ہی مسلمان ہوں گے" والی فہرست میں شمار نہ کئے جاویں اسی طرح دیگر فرقہ ہائے اسلام کو بھی حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان رکھتے ہیں انہیں بھی اُن کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیئے کہ:-

"وَاِذَا خَرَجَ هٰذَا الْاِمَامُ الْمَهْدِيُّ فَلَيْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ الْخَاصَّةُ" (فتوحات مکیہ جلد ۳ ص ۳۳۶)

یعنی جب امام مہدی نکل کھڑے ہوں گے تو سوائے علماء کے ان کا کوئی کھلم کھلا دشمن نہ ہوگا۔"

پس علماء و فقہاء وغیرہ کہلانے والے افراد کا حضور کے خلاف بدزبانی کر کتابیں شائع کرنا۔ اور دشنام دہی پہ کمربستہ ہو کر عوام کالانعام کو مخالفت پہ آمادہ کرنا جملہ پیشگوئیوں اور بشارتوں کے پیش نظر مقدر ہے لہذا جماعت احمدیہ کے لئے یہ اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ حقیقی اور سچے مہدی کی صداقت کا یہ زندہ نشان ہے اور اسی چیز کا اس آیت کریمہ میں بھی اشارہ ہے کہ یحسرۃً علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون ؂

کیونکر گریز ہے رد جو محقق ہے ایک بات
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو۔ اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے؟ آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟

(مسیح موعودؑ)

تیسرا اعتراض:

"نئی زمین اور نیا آسمان" بنانے کے ضمنی اعتراض کا جواب:

محولہ بالا کشف پر سیر حاصل بحث کے بعد میں معترض کے اس ضمنی اعتراض پر بھی حسب معلومات تبصرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو اعتراض کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹ سے پیش تا ان کر پیش کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے (نعوذ باللہ) الوہیت کے دعویٰ کے بعد زمین و آسمان کے خالق ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ سب کشفی معاملہ ہے اور عالم رؤیا میں اس قسم کے روحانی مشاہدات ممتنع نہیں۔

جیسا کہ ماسبق کی مندرجہ عبارات و اقتباسات سے مبتین ہے بہرحال حضرت مسیح موعودؑ نے محولہ بالا رؤیا کے ضمن میں ہی تحریر فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں ہی زمین و آسمان بنایا اور اس کی تعبیر بھی حضورؑ نے اپنی تصنیف آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۶ پہ خواب کو نقل فرما کر مختصر یہ فرمائی ہے کہ

"اِنَّ ھٰذَا الْخَلْقَ الَّذِیْ رَاَیْتُہٗ اِشَارَۃٌ اِلٰی تَائِیْدَاتٍ سَمَاوِیَۃٍ وَّاَرْضِیَّۃٍ"

کہ زمین و آسمان جو میں نے خواب میں دیکھے ہیں تو یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے ساتھ ہوں گی۔

اسی طرح آپ اپنی دوسری کتاب چشمۂ مسیحی ص۲۵ کے حاشیہ پہ تنگ نظر معترضین کی بصارت کشائی کے لئے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

ایک دفعہ کشفی رنگ میں میں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس کشف سے مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ :۔

"خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین سے وہ پاک دل مراد ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا اور نیا آسمان

وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔" (کشتی نوح ۳۰)

کاش معترض صاحب اپنی تعصب کی سیاہ عینک اتار کر چشم قلب سے حضرت مرزا صاحبؑ کے اس ارتقاء روحانی کا اندازہ کرکے حضورؑ کی ذاتی تعبیر و تشریح پر ہمدردانہ غور فرماتے تو شاید اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس چشمۂ حیات سے سیراب کرکے نورانی بصارت عطا فرما کر ہدایت پر گامزن کرتا نتیجہ کے طور پر وہ بھی مہدیؑ کی نجات یافتہ جماعت میں داخل ہو کر جنت کا وارث بنتا مگر ظاہر ہے کہ انہیں ہدایت سے بڑھ کر ذِلّت کا اشتیاق ہے۔ جو خسر الدنیا والآخرۃ کا ہی زینہ نظر آتا ہے مگر ہم پھر بھی مشورہ دیں گے ؎

گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں

تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار (مسیح موعودؑ)

مختصر یہ کہ قارئین کرام پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف سے کسی صورت میں بھی خدائی کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا البتہ دنیا داروں کی دین کی طرف رغبت پیدا ہونے کی اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک بشارت مضمر ہے جو بفضلِ باری تعالیٰ کچھ تو پوری ہوئی ہے اور ہو رہی ہے ؎

دشمنو! ہم اُس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی

کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار (مسیح موعودؑ)

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

(مسیح موعودؑ)

ضمنی اعتراض نمبر ۲ کی دوسرے پہلو سے تحقیق

اب ہم اسی ضمنی اعتراض کے دوسرے پہلوؤں پر بھی مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تا مخالف معترض کو اپنی معدوم عملیت کا احساس ہو جائے یاد رہے کہ یہ مادی زمین و آسمان پہلے سے پیدا شدہ تھے نہ تو ان کے پیدا کرنے کا کوئی دعوے ہی کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود خود ہی اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں مرقوم ہیں کہ :۔

"واني اعتقد من صميم قلبي ان للعالم صانعاً قديماً واحداً قادراً كريماً مقتدراً على كل ما ظهر واختفى" (صفحہ ۲۸۴)

یعنی میں یقین دل سے اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس عالم زمین و آسمان اور کائنات کا ایک قدیم قادر اور کریم خدا خالق ہے جو ظاہر و مخفی پہ اقتدار رکھتا ہے۔"

مگر اس حقیقت کے باوجود انبیاء کے طریق پر ایک قسم کے زمین و آسمان پیدا کرنے کا آپ کو دعویٰ تھا اور بے شک آپ نے وہ پیدا کر دیا اور وہ مادی زمین و آسمان نہیں بلکہ روحانی زمین و آسمان تھے حضور کا ارشاد ہے

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پہ نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

چنانچہ پیدا کرنے کی یہ قسم صرف حضرت مسیح موعودؑ کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر نبی کے وقت میں نئی زمین اور نیا آسمان بنتا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اناجیل میں پطرس کے حسب ذیل الفاظ آج تک محفوظ ہیں کہ :۔

"اس کے وعدے کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بسی رہے گی۔"

(۲ پطرس ۳)

مزید برآں قرآن مجید پر غور کرنے سے بھی آیت شریف ظہر الفساد فی البر والبحر میں بھی اسی انقلاب عظیم کی طرف اشارہ ہے یعنی کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں عظیم الشان طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جائے گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام اور آن کے نائب عشق محمدی سے سرشار عاشق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ بحیثیت مسیح موعودؑ اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ دنیا میں تاریکی کا غلبہ تھا اور مسلمان جو مذہب کی دنیا میں اکیلے ہی آسمان و زمین تھے۔ بجنہٗ چکے تھے۔ آریہ اور عیسائی مذہبی رنگ میں دنیا پر چھا رہے تھے جس کا نسخ "حبیب جرنیل" نے شاندار دنیا میں کیا اور اسلام کی عزت و شوکت کو بفضل تعالیٰ چار چاند لگا کر لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا بلکہ تمام اعلان کیا کہ ؎

"آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے (مسیح موعودؑ)
آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے"

چنانچہ ایسے آڑھے وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے علاوہ دیگر طبقہ علماء میں بھی اس چیز کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا جیسا کہ ایڈیٹر زمیندار نے بھی اقبالِ ماضی کی شان و شوکت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"آسمان نے وہ لمبا طالٹ دی، مسلمانوں کا اقبال ادبار سے بدل گیا ان کی وسیع و عریض سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے ان سے علم چھین لیا گیا ان سے وہ خصائص سلب ہو گئے جن کی وجہ سے مشرق و مغرب میں ان کی دھاک تھی"۔

(زمیندار ۱۴ر اپریل ۱۹۳۰ء)

کونسا علم چھینا گیا؟ وہ علم قرآن تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا (مسیح موعودؑ)

الغرض اب تو عرش پہ بھی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کی جاوے۔ اسی محاورہ کو استعمال کرتے ہوئے شبلی صاحب بھی کہتے ہیں ہے

ہے چرخ کی اب نئی ادائیں — چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے — نغمہ نہ رہا نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں — اب رنگ زمانہ ہے دگرگوں
سیارے ہیں اب نئی چمک کے — وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے — افلاک نئے زمین نئی ہے"

(مثنوی صبح امید صفحہ ۵)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ نے اپنے اس راز مدارج کشف کی بشرح و بسط تعبیر کر کے واضح کر دیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی منشاء ہے کہ اب وہ اپنے مبعوث کردہ مامور کے ذریعہ ہی اسلام کی حقانیت کو اتنا واضح کر دے کہ وہ نئے آسمان و زمین کی شکل پیدا کر دیں وہاں دیگر نامور دین نے بھی اس منشاء الٰہی کو غالباً طور پہ محسوس کر کے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ واقعی اس دنیا کو اب نئے آسمان اور نئی زمین کی ضرورت ہے پس ان بگڑتے ہوئے حالات میں حضورؑ کا دعویٰ ایک روحانی جماعت پیدا کرنے کا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ عالم دنیا کے عنصر حاضرہ میں

جماعت احمدیہ کی ترقی۔ یا رسائی۔ اسلام کی سرفروشانہ خدمات اور روحانی تعلیم اور اعلائے کلمۃ الحق کی تبلیغ صاحب دل انسانوں کے لئے موجب افتخار و نعمت ہے آپ نے پاکباز دل کا ایک گروہ پیدا کیا جو بفضل تعالے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے جس زمانہ میں اللہ تعالے نے حضرت مرزا صاحبؑ کو یہ کشف دکھایا تھا اس وقت کی پوزیشن یہ تھی کہ اس میدان میں آپ نہ صرف تن و احد بلکہ ایک دور افتادہ اور معمولی گاؤں کے باشندہ ہونے کی وجہ سے اتنے ہی گمنام تھے کہ آس پاس کے لوگ بھی آپ سے ناواقف تھے حضورؑ مختصراً اس زمانہ کا اپنے منظوم کلام میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ ؎

"اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا — قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد — لیکن اب دیکھو کہ چرچا کسقدر ہے ہر کنار
اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر — جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار
کھول کر دیکھو براہین جو کہ ہے میری کتاب — اسمیں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایکبار

اسی طرح سے حضورؑ فرماتے ہیں کہ ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا (درثمین)

سو آج بفضل تعالے اسی کشف کی تعبیر میں جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ عالمگیر انقلاب کے ساتھ اکناف و اطراف کے لکھوکھہا انسانوں

کو مشیت الٰہی نے حضرت مرزا صاحبؑ کے قدموں میں لا کھڑا کر دیا ہے اور اس طرح سے یہ خداداد سلسلہ بین الاقوامی پوزیشن اختیار کیا گیا ہے۔ اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا کیا یہ چشم والے کے لیے سامانِ بصیرت نہیں؟ فتدبروا یا اولی الابصار۔

؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

چوتھا اور پانچواں اعتراض:-

> "دافع البلاء صفحہ ۶ انی بایعتک بایعنی ربی۔ خدا نے میری (مرزا صاحب کی) بیعت کی۔ انت منی وانا منک مرزا خدا سے ہے اور خدا مرزا سے ہے۔" عرفان الحق صفحہ ۵۴

چوتھے نمبر پر حاشیہ میں راقم نے معترض کا انداز تحریر اور الہامات کا حسب پسند ترجمہ درج کر دیا ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پہ یہ بدادا نہ دے

افسوس صرف اس بات کا ہے کہ شیرازی صاحب نے الہامات کا ترجمہ کرنے میں اپنے طنزیہ اصول کو قائم رکھتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو فریب خوردہ بنانے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے یہ ان کا ہی حصہ ہے مگر اس قسم کی دھوکا دہی تب ممکن تھی کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے بذاتِ خود الہامات کی تشریح سے احتراز کیا ہوتا اور آپ کی طرح صرف الہامات درج کر کے بلا ترجمہ و تشریح چھوڑ دیئے ہوتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اس اولوالعزم مامور و مرسل نے مخالفین کے مزاج کو قبل از وقت شناخت کر کے تمام پیش کردہ اعتراضات کے معقول و مربوط جواب دے کر راہِ حق سے بھٹکنے والوں کو صراطِ مستقیم کی راہنمائی فرمائی ہے اور اسی کا نام ماموریت ہے۔ چنانچہ دافع البلاء والے الہاموں کو بھی حضورؑ نے بلا تشریح نہیں چھوڑا ہے۔ مگر

معترض کی خیانت و امانت اس بات کی حامل نہیں ہے کہ وہ حق شناسی یا ثبوت مزید جملہ الہام وکشوف کو حقیقت کی کسوٹی پر چڑھا کر پیش کرے بلکہ اس کا تو یہی مقصد ہے کہ خود ساختہ ترجمہ کر کے عوام کو لفظ پرستی کے جال میں پھنسا کر احمدیت کے خلاف بدگمانی پیدا کرتا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معترض کو دافع البلاء کے صفحہ ۱ پر تو الہام کی عربی عبارت پر نظر پڑی مگر صفحہ ۸ پر یہ تشریح نظر نہیں آئی۔ العجب۔ پس ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریف پیدا کرنا کسی نیک نیت انسان کا کام نہیں ہے کیونکہ صاحب الہام کی تشریحات کو نظروں سے اوجھل رکھنا ہی معترض کی چالاکی کا بذاتِ خود اظہار ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے اس الہام کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے ...... تو بھی اس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہدے کہ خدا نے مجھ سے خرید و فروخت کی۔" (دافع البلاء صفحہ ۸)

لہذا حضرت اقدسؑ نے اس الہام کو لیتے بالعشق بالبیعت ربی میں خدا تعالیٰ سے کے ساتھ خرید و فروخت کا ذکر فرمایا ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں مذکور ہے کہ :۔

ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ (پارہ ۱۱ ع ۳)

کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ ایک سودا کیا ہے اور وہ یہ کہ خدا نے ان کے مال اور جانیں خرید لی ہیں اور اس کے عوض میں ان کو جنت دی ہے فلا

اعتراض دوسرا الہام انت منی دانا منک کو شیرازی صاحب نے دافع البلاء والے الہام کے حوالہ سے ہی درج کر دیا ہے اور نقل را عقل باید سے گریز کر کے

رف شیعہ پاکٹ بک کی نقل تک ہی کارروائی محدود رکھی ہے۔ حالانکہ دافع
بلا میں یہ الہام درج نہیں ہے البتہ حقیقۃ الوحی ص۷۴ میں مرقوم ہے جہاں
سے غالباً یہ نقل کیا گیا ہے اور مرزا غلام احمد اور خدا مرزا سے خود ساختہ
جمہ کر کے سادہ لوح انسانوں کو خواہ مخواہ کی الجھن میں ڈال کر احمدیت اور
نی احمدیت کے خلاف مشتعل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت
س طرح پر نہیں ہے کیونکہ اول تو از روئے زبانِ عرب اس کا مطلب یوں
ہیں سمجھا جاتا کہ جہاں یہ الفاظ آئیں وہاں باپ بیٹے کا ہی تعلق ہو۔ مثلاً قرآن
جید میں آتا ہے کہ جب حضرت طالوت ایک لشکر جرار لے کر گئے اور راستہ
ں ایک نہر آئی تو انہوں نے فرمایا کہ :۔

"فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ
مِنِّيْٓ" (البقرۃ ع ۳۳)

یعنی جو اس نہر سے سیر ہو کر پئے گا وہ مجھ سے نہیں اور جو نہ پئے گا وہ مجھ سے ہے۔
کیا اس آیت کا یہ مطلب تھا کہ جو پانی پئے گا وہ میرا بیٹا نہ رہے گا اور
جو نہ پئے گا وہ میرا بیٹا بن جائے گا (معاذ اللہ) ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا مطلب
صرف یہ تھا کہ جو لوگ نہر کے ابتلاء میں کامیاب ہوں گے وہ میرے دوست
یار ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں دوسرے نہیں۔ چنانچہ مولوی
ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے :۔

"جو شخص اس نہر سے پئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور
جو نہ پئے گا وہ میرا ہی ہوگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رح بھی لفظ "منی" کا ترجمہ "ای من اتباعی" ہی
کرتے ہیں۔" (جلالین صفحہ ۳۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے قول میں فرمایا ہے کہ!

• فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ " (ابراہیم ع ۶)

یعنی جو میری تابعداری کرے وہ مجھ سے ہے تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ " وہ بیٹا ہے؟" اور کیا معترض گورسانی صاحب اس جگہ شجرہ نسب تلاش کرنے بیٹھیں گے فتدبر و ۔ پھر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضؓ جن کو آ جیسے شیعہ حضرات " خلیفہ بلا فصل " اور " مولا مشکل کشا " مانتے ہیں (اور دوسرے خلفاء راشدینؓ کو نعوذ باللہ غاصب وغیرہ کہتے ہیں) کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ!

• اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ " (مشکوٰۃ باب المناقب صفحہ ۵۶۴)

تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اے علی رضؓ! تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا بیٹا ہو گرہ نہیں ہرگز نہیں ۔ بلکہ یہاں بھی باہم گہرے تعلقات کا ہی مطلب ہے ۔ طرح آنحضرت صلعم نے اشعری قبیلہ والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ

" ھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ " (بخاری جلد ۳ ص ۵)

کیا شیرازی گورسانی صاحب! (ان کے قبلہ مجتہد کے نزدیک یا پھر) یہ ترجمہ درست ہوگا کہ میں اشعری قبیلہ کے لڑکوں کا باپ ہوں اور وہ میرے باپ ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر الہام " اَنَا مِنْکَ " کے یہ معنے کرنا کہ " خدا مرزا سے ہے " کیونکر درست ہو سکتے ہیں؟

ایسے ہی بیسیوں قسم کے اقتباسات کتب سیر و احادیث میں موج ہیں جن سے ظاہر ہے کہ " ھو منہ " یا " انا منک " وغیرہ نقرے خاص تعلق پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کی حدیث " ھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ " کی تشریح میں شراح لکھتے ہیں کہ!

" قولہ هم منی وانا منهم کلمة من هی من الاتصالیہ

ای هم متصلون بی" (حاشیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۹ ۶ مطبوعہ ہاشمی پریس)

یعنی کہ "اس سے ان لوگوں کا تعلق مراد ہے۔"

اگر اس قسم کا فقرہ ابوت اور نبوت کی دلیل بن سکتا ہے تو پھر آیت کریمہ "وروح منہ" (النساء) سے نصاریٰ کا بھی ابنیت مسیح علیہ السلام پر استدلال کرنا درست ہوگا پس اس طرح کے معنے لینے کسی حق شناس کا کام نہیں بلکہ غیر گو ربانی والے شیرازی صاحب جیسے لوگوں کا ہی حصہ ہے جو محض حضرت مولانا شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ کی حق گوئی اور پُر از دلائل تقریر کی بے تابی میں برہم ہو کر حضرت بانی احمدیت کیخلاف نعرہ زن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نسل امیر مکرم بابو محمد یوسف صاحب جموئی کے اس استفسار پر کہ آپ کو اس قسم کے بے بنیاد بلا تشریح اعتراضات کی کتاب بنانے کی کیوں ضرورت پڑی جبکہ آپ اب میرے تلخی جواب لکھے جوابات سے بھی لرزاں ہو کر مجھے دسمبر تک دینے سے معذوری دکھا رہے ہیں" تو شیرازی صاحب نے فرمایا کہ "چونکہ امینی صاحب نے اپنی تقریر میں کچھ نکتہ چینی کی تھی لہذا میں نے غصے میں آکر یہ چیدہ اعتراضات جمع کر کے شائع کر دیئے اور اس طرح اپنے دل کا غبار نکال لیا۔" استغفر اللہ العظیم۔ نیلع نظر اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "انا منک" کا ترجمہ یہ ہوگا کہ

" میرا تیرے ساتھ تعلق ہے کیونکہ تو میرا رسول اور نبی ہے"

اور یہی صاف بات بھی ہے اب کوئی فلسفیانہ ملنے :ــــ

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

ورنہ قبلہ تھا تیرا رخ کافر و دیندار کا۔ (در ثمین)

علاوہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر خدانخواستہ "انت منی
وانا منک" والے الہام سے کوئی ایسا دعویٰ مستنبط ہوتا تھا تو چاہیئے تھا
کہ ملہم یہ دعویٰ کرتا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح پر
مرقوم ہیں کہ

"اس الہام (انت منی وانا منک) کا پہلا حصہ تو بالکل صاف
ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور
جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے اس کو
اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ
دستور اور قاعدہ ہے اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا
ہے انا منک اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید
اور میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا
.... ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گم ہوا
سمجھا جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید
اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ
ہو جاتی ہے اس وقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر
قرار دیتا ہے وہ اس کی ہستی اور توحید اور جلال کے اظہار کا
باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۴)

پھر دوسری جگہ فرمایا ہے:-

"ایسا انسان جس کو انا منک کی آواز آتی ہے اس وقت
دنیا میں آتا ہے جب خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا
ہے اس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے

[illegible]ی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ
نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے اُس
نے مجھ کو مبعوث کیا ہے تا میں ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے
غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع
بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں
اُنہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں اس بنا پر اللہ تعالیٰ کو دکھلا
دوں اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا انت
منی و الامنات ۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۳۶)

صرف اتنا ہی حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں فرمایا بلکہ اپنی پیدا کردہ جماعت
احمدیہ کے لئے بھی بطور مذہبی اعتقاد حسب ذیل تلقین فرمائی ہے:
"وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل
خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ
کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا ہے" (کشتی نوح صفحہ ۱۰)

پس ثابت ہے کہ جب نہ الہام کے الفاظ از روئے زبان معترض کے
خود تراشیدہ مفہوم کے متحمل ہیں اور نہ ہی صاحب الہام اس کا مؤید ہے
تو پھر اعتراض کیوں اور کس پر؟ ؎

یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشاں ۔ کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکار کا کار
مجھ کو بس ہے وہ خدا عہد دل کی کچھ پرواہ نہیں ۔ ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکم کردگار
(مسیح موعودؑ)

لہٰذا معترض کو جاننا چاہیئے کہ کسی ملہم و مفسد کی اپنی بیان کردہ
تفسیر و تعبیر میں معترضانہ انداز میں دخل دینا اور خود ساختہ معنے تراشنا ہرگز

جائز نہیں ہے اور اس اصول کا اعتراف سلسلہ احمدیہ کے شدید مخالف مصنف تحقیق لاثانی کو بھی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"الہام کی حقیقی تفسیر ملہم سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ مرزا جی کی الہامی تفسیر و تفہیم کے مقابلہ میں اپنی من گھڑت تاویلیں پیش کرے"۔ (تحقیق لاثانی ص۳)

پس میں شیرازی صاحب کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ "مان نہ مان میں تیرا مہمان" والے محاورہ سے اجتناب کریں اور کم از کم اپنی طرح کے ہمنوا مصنف تحقیق لاثانی کی ہی ہدایت پر عمل کریں کیونکہ یہی اصول زرین معلمت ہے ؎

منصفو! کیوں! اب تو دیکھا رنگ اس عیار کا
اب تو کہہ دو کیا یہ موقع تھا کسی گفتار کا

چھٹا اعتراض:-

"انت منی بمنزلة ولدی
مرزا بمنزل خدا کے بیٹے کے ہے"
عرفان الحق ص۵۲

اگرچہ الہامات کے معانی سمجھنے کے لئے سابقہ عبارات میں بروئے احادیث و اقوال بعض اولیاء کرام تفصیلی بحث درج کردی گئی ہے تاہم راقم نے ہر ایک الہام کی تشریح کا ابتداءً تہیہ کر لیا ہے اور مرقومہ الہامات کے غلط اور خود ساختہ معانی پڑھ کر مجھے معترض کی نیت کا ایک شعر یاد آیا ہے کہ ؎

"افسوس کہ غاصبان این دہر
کردند شعار خود دغا را

چنانچہ جہاں الہام زیر بحث کے عربی الفاظ کا تعلق ہے وہ صحیح اور درست ہے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کو یہ الہام ضرور ہوا ہے لیکن اس الہام میں جو تحریف

معنوی سے کام لیا گیا ہے وہ نہ صرف افسوس کن بلکہ از خود مغالطہ دہی اور راہِ حق سے روکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ معترض نے اپنے مولویانہ فن کو استعمال کرتے ہوئے تو مصنف کی پرواہ کئے بغیر یہ تو کہہ دیا کہ مرزا بمنزل خدا کے بیٹے کے ہے" مگر اس الہام کی تشریح میں جو کلمات حضور کی ہی قلم سے اسی کتاب کے اسی صفحہ کے متن میں مرقوم ہیں درج کرنے سے صریحاً احتراز کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس کو ملہم کے ظاہری الفاظ سے کے چکر میں لا کر بآسانی حق شناسی سے باز رکھا جا سکے۔ لہٰذا میں اس موقعہ پر حضور کے وہ کلمات جو کہ اس الہام کی تشریح میں لکھے گئے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں تا قارئین کو محسوس ہو کہ اغیار نے کس طرح سے حضور پہ ناجائز الزام تھوپنے کی سعی کی ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ سے بیٹوں پاک ہے اور یہ کلمہ انت منی بمنزلہ ولدی بطور استعارہ کے ہے چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے اس لئے مصلحتِ الٰہی نے یہ چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرے تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو خدا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ حاشیہ)

ناظرین کرام! اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ معترض نے کس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ ایک بنیادی اصول سے انحراف کر کے ملہم کے اپنے

پیش کردہ مفہوم و معانی کو پسِ پشت ڈال کر صریحاً دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہی دھوکہ معترض نے حضورؑ کی طرف من گھڑت دعویٔ خدائی منسوب کرنے میں بھی دیا ہے اور ان فریب کاریوں میں معترض صاحب پیشہ ور دکھائی دیتے ہیں ورنہ حضورؑ کا وہ کونسا الہام ہے۔ جس کے سیاق و سباق کو حضورؑ نے بمنشاء الٰہی کھول کر نہ رکھ دیا ہو مگر شاعر نے کہا ہے کہ ؎

چونکہ نظر کم ظرفی سے قطرے کو دریا کہتا ہے
قلزم کی حقیقت کیا سمجھے وہ وسعتِ دریا کیا جانے

(رسا جاودانی)

الغرض حضورؑ نے ہیچ قسم الہامات مثلاً انت منی بمنزلۃ اولادی۔ انت منی بمنزلہ ولدی۔ انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی۔ انت منی وانا منک وغیرہ تمام کی اپنی تصانیف میں پوری وضاحت کے ساتھ تشریحات فرمائی ہیں کہ کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رکھی ہے۔ مگر طبقۂ جہلاء عالم تاریک کا حامل ہونے کی صورت میں اپنی پوری خوش اعتقادی میں ہی سرشار رہنے کا عادی ہے لہذا اُن پر یہی مصرعہ صادق آتا ہے کہ ؎

جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تند باد
جب اکٹھی ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار (مسیحِ موعودؑ)

ورنہ جملہ الہامات کی روشنی میں عیاں ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ الفاظ محض استعارہ کے طور پر ہیں جو کہ قریبی تعلق اور قرابت کے معانی میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود زیرِ بحث الہام کی مزید وضاحت کے طور پر

تحریر فرماتے ہیں کہ :

"یاد رہے کہ خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ (انت منی بمنزلة ولدی) اس جگہ قبیل استعارہ اور مجاز سے ہے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم ..... اور میری نسبت بیّنات سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ (دافع البلاء صفحہ ۶، ۷)

اسی طرح حضور مزید تشریح فرماتے ہوئے تتمہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں کہ :

"خدا میں فنا ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے مگر اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے اور خدا تعالےٰ

کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یہ
کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے ایسا
ہی خدا تعالیٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں
پرورش پاتے ہیں اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم
انہیں ملتا ہے سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ
صرف استعارہ ہے ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لَم
یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۲)

محولہ بالا توضیحات و تشریحات کی موجودگی میں [illegible] مسیح
[illegible] گئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ کے متعلق
کوئی ابہام باقی [illegible] نہیں رہ جاتا پھر السید شیرازی صاحب کو کیا حق ملتا ہے کہ وہ
خواہ مخواہ حضور کی طرف ایسا عقیدہ منسوب کرے جس سے بار بار آپ
نے انکار کیا ہے۔

اطفال اللہ کا لطیف استعارہ

میں اس موقعہ پر قارئین کرام کے اضافۂ علم کیلئے اس مسئلہ
پر ایک اور پہلو سے بھی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں
ابھی ابھی تتمہ حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے قرآنی آیت
کریمہ سے استنباط سے کر ثابت ہوا ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ کو باپ
سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب کے الہام کے الفاظ
پر از روئے شریعت کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تاہم مزید وضاحت کیلئے
یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کو عام طور پر استعارہ کے رنگ میں
اطفال اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا روم مثنوی
دفتر سوم میں فرماتے ہیں کہ :-

"اولیاء اطفال حق اند اے پسر | در حضور و غیبت آگاہ باخبر
غائبے مندیش از نقصان شان | کو کشد کین از برائے جان شان

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
در غریبی فرد از کار و کیا"

اسی طرح حدیث مشکوٰۃ کتاب الشفقۃ میں آنحضرت صلعم سے روایت آئی کہ حضور صلعم کا ارشاد ہے!

" اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ "

یعنے ساری مخلوق خدا تعالے کا عیال ہے پس رب سے زیادہ محبوب مخلوق خداوند کریم کی وہ ہے جو اس کے عیال سے احسان کرے" پھر ایک حدیث قدسی میں بھوکے ننگے اور پیاسے کی حاجت روائی کو اللہ تعالے کی حاجت روائی قرار دیا گیا ہے"۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳)

چنانچہ اسی مفہوم کو مد نظر رکھ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بائیبل کے محاورہ "ابن" اور "ولد" کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:
(ترجمہ فارسی عبارت)

"یعنے قرآن مجید میں ہر قوم کے شائع شدہ محاوروں کے مطابق کلام ہوا ہے پس اگر محبوب کی بجائے لفظ ابن آ جائے تو ہرگز جائے تعجب نہیں"۔ (الفوز الکبیر ص ۸)

پھر اسی طرح مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ!

" فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت سے ہے کہ نصاریٰ ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقتاً خدا کا ابن یعنی بیٹا سمجھتے ہیں اور اہل اسلام مسیح کیلئے لفظ ابن اللہ بمعنی برگزیدہ سمجھتے ہیں جو مجاز ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۰)

سوچنا چاہیئے کہ اگر کوئی عقل کا دشمن اس مجاز اور استعارہ کو حقیقت پر محمول کرنا چاہے تو یہ اس کی غلطی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی مبینہ تشریحات میں بوضاحت بتلا دیا ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور اس قسم کے الفاظ محض مجازاً استعمال ہوتے ہیں چونکہ محولہ بالا تشریحات کی موجودگی میں اخفاء کا کوئی پہلو باقی نہیں رہتا اور پھر لطف یہ ہے کہ ملہم نے اپنے الہاموں کی تشریح خود بیان کردی ہے۔ لہٰذا تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے ماتحت کسی سنجیدہ انسان کو اعتراض کا حق بھی نہیں رہتا تاہم یہ بہتر رہے گا کہ اس قسم کے اعتراض کنندگان پر اتمام حجت کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ کلمات بھی درج کئے جاویں جن سے اگر خدا چاہے تو وہ پوری تنبیہ کے مصداق ہونگے۔ چنانچہ حضورؑ کا ارشاد ہے کہ:۔

"پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ"

واحدہٗ والخیر کلہٗ فی القرآن" (دافع البلاء صفحہ ۶-۷)

پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب اور جماعت احمدیہ کا اعتقاد صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور حضرت مسیح موعودؑ صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ لہٰذا شیرازی صاحب کا تحریف معنوی کے مدنظر یہ لکھنا کہ "مرزا امیر دل خدا کے بیٹے کے ہے" (عرفان الحق صفحہ ۵۲) کھلا جھوٹ صریح بہتان اور محض افتراء ہے۔ یہاں تک تو ہم بفضل تعالیٰ شیرازی صاحب کے کتر بیونت تحریف و تبدیلی کے ساتھ جوابات لکھ کر فارغ ہو گئے ہیں۔ اب آئندہ صفحات میں اُن کے اصل اعتراضات کا بھی بفضل تعالیٰ جوابات لکھنے کی سعی کریں گے۔ انشاء اللہ۔ وباللہ التوفیق ؎

"ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا" (مسیح موعودؑ)

چھٹا اعتراض:-

توضیح المرام کی عبارت میں شیرازی کا مسروقانہ تحریف

شیرازی صاحب اسلوب کا تحریک بھی دنیاداروں کی طرح انوکھا ہی پایا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے محض اعتراض برائے اعتراض والے اصول کو نبھانے کی غرض سے حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب سے حوالے نقل کرنے میں بھی حد سے زیادہ بددیانتی کا ثبوت دیا ہے اندازہ کیجئے ۸۸/۸۹ صفحات کی کتاب توضیح مرام میں سے صرف ایک سطر درمیان میں سے اخذ کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں دن دہاڑے دھول ڈالنے کی بھونڈی ناپاک سعی کی ہے جس کا مقصد یہی ہے کہ لوگ حضور کی نسبت یہی

تصور قائم کریں کہ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو ہی خدا کا بیٹا ٹھہرایا ہے بلکہ عیسائیوں کی طرح حضرت عیسٰیؑ کو بھی اپنے ساتھ خدا کا بیٹا بنا یا ہے العیاذ باللہ۔ اور اس طرح سے لاتقربوا الصلٰوۃ پہ ہی عمل کر کے حقیقت کو الٹ پلٹ کر کے پیش کیا ہے جیسا کہ حضورؑ کی نسبت شیرازی صاحب نے بہ الفاظ منسوب کر کے لکھے ہیں کہ

"اور جیسا مسیحؑ اور اس عاجز (مرزا) کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے طور پر تعبیر کر سکتے ہیں۔"

(عرفان الحق صفحہ ۵۲)

ذرا شیرازی صاحب سے کوئی تو پوچھے کہ آپ نے شروع عبارت میں جو لفظ "اور" لکھا ہے تو اس لفظ میں صاحب تالیف نے کس عبارت کو ختم کر کے کس واقعہ کا ذکر کیا ہے بظاہر ہے کہ واقعہ کچھ اور ہی ہے مگر معترض نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کی عبارت کا مقصد فوت کرنے کی غرض سے یہ حربہ استعمال کیا ہے۔ لہذا انہیں اس کی اصلیت کو چھپانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بہرکیف میں یہاں پر بغیر کسی تبصرہ کے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب مذکورہ سے وہ پورا اقتباس درج کردوں گا۔ تاقارئین پر مخالف کے قائم کردہ اعتراض کی قلعی کھل جائے۔ اس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ رکھ کر کوئی اعتراض ہی نہیں بنتا۔ چنانچہ کتاب زیر بحث میں حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اُن کے مراتب قرب و محبت باعتبار روحانیت تین قسم کے درجات مرقوم فرمائے ہیں اور تیسرے درجہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے اس کیفیت میں صرف اور صرف حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی محاصل حقیقی تسلیم کیا ہے دیگر تمام انبیاء اقربا اس درجہ

ارفع و اعلیٰ سے مستثنیٰ قرار دیئے ہیں۔ چنانچہ انہی مدارج کے تفصیلی اقتباس میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ :-

"کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات سے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعداد بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاعات کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنے یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ یعنے کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا۔ اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا نام مقام جمع اور قیام وحدت تامہ ہے پہلے نبیوں نے جو آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے۔ اسی پتہ و نشان پر دی ( ) ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام

ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیدیا ہے اور اس کا آنا خدا
تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے۔" (توضیح المرام صفحہ ۲۷)

محولہ بالا اقتباس میں شیرازی صاحب کے درج کئے ہوئے الفاظ پر ہی
نے خط لگا دیا ہے اور پھر پورا اقتباس مطالعہ کرنے سے معترض کا مطلب بخود
مفہوم خود بخود فوت ہو جاتا ہے بلکہ اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے دل و دماغ پر رسولِ خدا صلعم کے مراتب و درجات
کا نقشہ بڑا اثر تھا کہ کسی جہت سے بھی انبیاء علیہم السلام کو اس درجہ ارتقاء تک
پہنچنے کی مجال نہیں تھی جہاں رسولِ خدا صلعم کا مقام تھا جس جذبہ عقیدت و
محبت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے
مراتب محبت اور ان کے مقام ارفع و اعلیٰ کے دقیق نقطوں سے اہل دل
حضرات کو متعارف کیا ہے شیرازی صاحب کے لئے ان الفاظ کو سمجھنا بھی
مشکل ہے یہ خدا کا ماموری ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ ہی حضور کے اس مقام کو سمجھنے کا علم
عطا کیا ہے اور پھر اس مقام کو سمجھتے ہوئے بھی وہ اپنی لاعلمی کا ازراہِ شفقت اظہار فرماتے ہیں کہ ؎

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم — آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود — ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

(توضیح مرام صفحہ ۲۳)

پھر ایک مقام پر حضور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے (مسیح موعودؑ)

مگر افسوس ہے کہ اتنی تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی نکتہ چینی کے بوالہوس

اپنی ہی خود پسندی میں سرشار ہو کر سیدھی سادھی اور صاف باتوں کو بھی اُلجھن میں ڈالے بغیر نہیں رہتے ؎

واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار "(مسیح موعودؑ)

ساتواں اعتراض:

توضیح المرام کی دوسری عبارت پر شیرازی صاحب کا فرسودہ اعتراض

شیرازی صاحب نے اسی کتاب سے ایک اور جگہ سے چند الفاظ کو مجموعی شکل میں درج کر کے یہ ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی ہے کہ "خدا تعالیٰ بھی اونٹنی پر سوار ہوا" جیسے کہ وہ ذیل کے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ :-

"انسان کا نفس ...... ناقۃ اللہ کا کام دے اس کے فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ اپنی پاک تجلّی کے ساتھ اس پر سوار ہو جیسے کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے" (عرفان الحق صفحہ ۵۲)

بے شک ناواقف اور توہم پرست قسم کا انسان محولہ بالا کو پڑھ کر محسوس کرے گا کہ صاحب کتاب کو اس قسم کے بے معنی اور بے جوڑ الفاظ لکھنے کی کیا ضرورت تھی مگر ایک محقق اس ادھوری اور اس کے ضمنی الفاظ کو پڑھ کر ضرور یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ اوّل تو یہ عبارت کسی چیز کی تمثیل میں پیش کی گئی ہے۔ دوم "انسان کا نفس" والے الفاظ بھی کسی خاص عرفانی امور کی کوئی نہ کوئی غمازی کرتے ہیں جب ہی تو اس کے آگے نقل نویس نے نقطے ڈال کر ان الفاظ کو عوام کی نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے اور یہی قیاس کرے گا کہ اس عبارت میں ضرور کچھ سرقہ کر کے خواہ مخواہ کا اعتراض کیا ہے۔ سو یاد رہے کہ کسی چیز کی مثال پیش کرنا کوئی اعتراض نہیں۔ ہم بھی اسی کتاب کا

انہی الفاظ کے ساتھ اصل اقتباس یہاں درج کر کے انصاف پسند احباب کو بجائے خود غور و فکر کا موقعہ دیتے ہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے اس عبارت میں تزکیہ نفس کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ تزکیہ نفس ہونے کی صورت ہی میں انسان علم الیقین حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا
یعنی جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بکلی رذائل اور اخلاق ذمیمہ سے دست بردار ہو کر خدا تعالےٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈال دیا وہ اس مراد کو پہنچے گا اور اپنا نفس اُس کو عالم صغیر کی طرح کمالات متفرقہ کا مجمع نظر آئے گا لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا بلکہ بے جا خواہشوں کے اندر گاڑ دیا وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہیگا۔ ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بلاشبہ نفس انسان میں وہ متفرق کمالات موجود ہیں جو تمام عالم میں پائے جاتے ہیں اور ان پر الیقین لانے کے لئے یہ ایک سیدھی راہ ہے کہ انسان حسب منشاء قانون الٰہی تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس کی حالت میں نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کھل جائے گی۔ پھر بعد اس کے اللہ جل شانہٗ ایک مثال کے طور پر ثمود کی قوم کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ انہوں نے بباعث اپنی جبلی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اُس تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت ان

میں سے پیش قدم ہوا اس وقت کے رسول نے انہیں نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللہ یعنے خدا تعالے کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو مگر انہوں نے نہیں مانا اور اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے سو اس جرم کی شامت سے اللہ تعالے نے ان پر موت کی مار ڈالی اور انہیں خاک میں ملا دیا اور خدا تعالیٰ نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ انکے مرنے کے بعد انکی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں اور بیکس عیال کا کیا حال ہوگا۔ یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدا تعالے نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اس جگہ لکھی ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اس کی نشانی اللہ ہونے کی حالت میں خدا تعالے اپنی پاک تجلی کے ساتھ اس پر سوار ہو جیسے کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے سو نفس پرست لوگوں کو جو حق سے منہ پھیر رہے ہیں تہدید اور انذار کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح ناقۃ اللہ کا سقیا یعنے اُس پانی پینے کی جگہ جو یاد الہٰی اور معارف الٰہی کا چشمہ ہے جس پر اس ناقہ کی زندگی موقوف ہے اس پر بند کر رہے ہو اور نہ صرف بند بلکہ اس کے پیر کاٹنے کی فکر میں ہو تا وہ خدا تعالے کی راہوں پر چلنے سے بالکل رہ جاوے"۔

(توضیح مرام صفحہ ۶۴ و ۶۵)

اللہ اللہ کسقدر معارف وحقائق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ایک کوزے کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اقتباس میں بند کر دیا ہے. جس کے مطالعہ سے ہی علم وعرفان کی شاہراہیں نظر آتی ہیں کہ کس طرح قوم ثمود کی مثال قرآن پاک کی روشنی میں دے کر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر کرکے پھر انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دے کر ذہن نشین کر دیا کہ کہیں ان کی طرح تم بھی اس اونٹنی یعنے اپنے نفس کے پاؤں نہ کاٹنا اور اس طرح ہلاکت میں نہ پڑ جانا وغیرہ اور پھر نصیحت فرمائی کہ اپنے نفسی ناقہ کی حفاظت کرکے اپنے یادِ الٰہی اور معارف کو بلند کرو مگر افسوس کہ شیرازی صاحب نے اتنی زبردست پُر از معارف تقریر جو کہ دقیق نکات سے بھرپور ہے اپنی کور باطنی میں قابل اعتراض ہی محسوس کی اور اس طرح سے اپنی ہی علمی پردہ دری کرا کر ناحق شناسی کی ذلت اٹھانی پڑی ہے

بس الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا

بلکہ اس قسم کے معترضین کے لئے یہی مصرعہ مناسب حال ہے کہ ؎

افسوس کہ ایں عالمانِ دہر را

کردند شعارِ خود دنیا را

آٹھواں اعتراض:-

"یحمدک اللہ ویمشی الیک

خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے اور اس کی طرف چل کر آتا ہے۔"

صفحہ ۵۳

معترض شیرازی صاحب کا اس الہام پر اعتراض بھی ان کی ذاتی واقفیت کی بناء پر مضحکہ خیز ہی ہے۔ جو کہ ملاطور طریق وانصاف کے برعکس ہے۔ چنانچہ اصل الفاظ الہام کے یہ ہیں کہ

"یحمدک اللہ من عرشہ ویمشی الیک" یعنی خدا تعالیٰ عرش پر سے تیری حمد (تعریف) کرتا ہے اور تیری طرف چل کر آتا ہے۔ اگرچہ معترض نے "من عرشہ" کے الفاظ اپنے مفاد خصوصی کے پیش نظر حذف ہی کر دیئے ہیں تاہم ہمیں ان کی عقل پر حیرانگی ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کسی ایک فرد کو ماموریت سے سرفراز کرتا ہے تو اس کی حمد یا تعریف کرنے میں کونسا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اس وولیت سے تو خدا تعالےٰ نے تمام اولیاء کرام کو بھی محروم نہیں رکھا چہ جائیکہ جو مسیح و مہدی کی حیثیت سے کھڑا ہو۔ اس کی حمد کرنے یا اس کی طرف "استعارۃ" چل کر آنے میں کونسا امر کفر ہو جاتا ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

لہذا معترض کو جاننا چاہیئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہونے کی حیثیت سے خدا تعالےٰ کی حمد کے مستحق تو ہیں ہی مگر تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ "حمد" کا لفظ عام انسانوں کے لئے بھی مستعمل ہے جیسا کہ حضرت امام بیضاوی ؒ سے ثابت ہے کہ :-

"حمدت زیداً علی کرمہ وعلمہ" (تفسیر بیضاوی زیر آیت الحمد للہ)

یعنی کہ تم زید کی سخاوت اور اس کے علم کی بناء پر اس کی حمد کر سکتے ہو یعنی لفظ حمد بولنا جائز ہے۔

اسی طرح مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ میں بھی مرقوم ہے کہ

"انک تحمد الرجل علی صفاتہ الذاتیہ وعلی عطاءہ"

کہ ہر شخص کی صفات اور بخشش وغیرہ پر لفظ "حمد" کا اطلاق کر سکتے ہو۔ پھر احادیث سے ظاہر ہے کہ غیر اللہ پر بھی لفظ "حمد" بولا جا سکتا ہے چونکہ آنحضرت

صلعم کا نام مبارک ہی "محمد" تھا یعنی تعریف (حمد) کیا گیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے کچھ سوال کیا تو حضورؐ نے تھوڑی دیر بیٹھ کر فرمایا۔ "این السائل" کہ وہ سائل کہاں ہے اس کے متعلق بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ "کانّہ حمدہ" (گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تعریف (حمد) کی۔

افسوس اگر معترض صاحب کو قرآن و حدیث و کتب سیر وغیرہ کی کچھ بھی واقفیت ہوتی تو انہیں پتہ ہوتا کہ کفار شعرا اپنے قبیلہ کی تعریف میں لفظ حمد استعمال کرتا ہے۔ مثلاً

"لنا حمد ارباب المئین ولا یری
الی بیتنا مال مع اللیل رائح۔"

(دیکھو حماسہ مجتبائی صفحہ ۵۰۳)

یہاں شاعر نے اپنے لئے لفظ "حمد" استعمال کیا ہے لہذا ......
معترض کنندہ کو غور کرنا چاہیئے کہ جس لفظ "محمد" کے واسطے وہ اتنا برہم ہو گیا تھا۔ وہ لفظ تو عام انسانوں، کافروں، منافقوں، مومنوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ احادیث کے علاوہ کتب سیر و تفاسیر سے بھی ظاہر ہے پس حضرت مرزا صاحبؑ جن کی پوزیشن خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک مہدی زمان کی ہے ان کی حمد کرنے میں کونسا ظلم عائد ہو سکتا ہے۔
بہرکیف ایسے بیسیوں ثبوت اور بھی مل سکتے ہیں جو بخوف طوالت درج کرنے سے معذور رہوں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم سے استفادہ کرتے ہوئے اس موقعہ پر اسی سلسلہ میں آپ کا فرمودہ ایک اقتباس جو بحر عرفان کی طرح امڈتا نظر آتا ہے درج کرتا ہوں چنانچہ حضورؑ اپنی

تصنیف اعجاز المسیح کی عربی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں، (میں صرف اردو ترجمہ ہی پیش کرتا ہوں)

"حقیقت حمد اصلی تو یہ صرف اسی ذات میں متحقق ہے جو تمام فیوض و انوار کا منبع و سرچشمہ ہے اور بالارادہ نہ مجبوراً یا جبر و اکراہ احسان کرنے والی ہے اور یہ بات بجز اللہ خبیر و بصیر کے نہیں پائی جاتی پس وہی حقیقی محسن ہے اور پہلے اور پچھلے سب احسانات اُنہی کی طرف سے آتے ہیں اس لئے اس دنیا اور اگلے جہان میں حقیقی حمد اسی کے لئے ہے اور جو محامد اس کے غیر سے منسوب ہیں وہ بھی دراصل اسی کی طرف راجع ہیں"

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۵)

پس الہام "یحمدک" میں حمد ذاتی مراد نہیں کیونکہ وہ بہرصورت مختص بذاتِ الباری تعالیٰ ہے اور رہے گی۔ اور اگر کوئی شخص کم علمی کی وجہ سے عام انسانوں پر اس کا اطلاق ناجائز قرار دے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ قرآن مجید اور عربی زبان کی رو سے تو ناجائز نہیں ہے جیسا کہ مختلف احادیث و روایات سے ثابت کر دکھایا گیا ہے۔ علاوہ اس کے لسان العرب۔ مجمع البحار۔ بلاغ الافہام۔ زاد المعاد۔ زرقانی وغیرہ بے شمار کتب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ لفظ "حمد" جس کے معنے تعریف کے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر نیک آدمی کے حق میں کرتا ہے۔ سو اگر حضرت مرزا صاحب کو بھی الہام ہوا کہ خدا تعالیٰ عرش پر سے تعریف کرتا ہے تو کوئی حیرانگی کی بات نہیں ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام انبیاء کی مختلف پیرایوں میں تعریف کی ہے مثلاً حضرت ابراہیم کو حلیم، اوّاہ، منیب سے خطاب کیا بلکہ کَانَ صِدِّیقًا نَّبِیًّا

بھی فرمایا۔ حضرت ادریسؑ کے حق میں صِدِّیْقًا نَّبِیًّا کا ارشاد ہوا۔ نوحؑ علیہ السلام کو عَبْدًا شَکُوْرًا کہا۔ غرضیکہ تمام انبیاء کی تعریف کی گئی ہے۔ لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف میں لفظ "احمد" والا الہام بھی قرین اسلام ہے کیونکہ ایک وہ ہستی جو سرتاپا اپنے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے عشق میں سرشار ہو کر دنیائے عالم میں پکارتی ہے کہ ؎

"بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یا

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(مسیح موعودؑ)

ایسے عاشق صادق کے لئے خدائی تعریف امکان میں ہے اور یہ تعریف بھی حقیقتاً اُسی کی تعریف ہے جس کا اسم مبارک "محمدؐ" یعنے تعریف کیا گیا ہے اور ادھر تعریف کرنے والا جس کا نام غلام "احمدؐ" یعنے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا اور اس طرح سے حکمتِ الہٰی نے محمدؐ و احمدؐ میں ایسی تطبیق پیدا کر دی کہ حضورؑ پکار اُٹھے کہ:۔

"زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلام احمد ہے" (مسیح موعودؑ)

اسی عشق کی مخموریت کی جاذبیت کا یہ اثر ہے کہ حضورؑ دنیا بھر کی مخالفت سے محفوظ رہے گا جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ بھی محمدؐ کی حمد کا ہی سبب ہے جیسا کہ فرمایا ؎

"پر مسیحا بن کے میں بھی دکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار" (مسیح موعودؑ)

بلکہ حضورؑ اپنے مقتدا و پیشوا کی تعریف میں اس قدر منہمک ہیں کہ آپؑ کو اپنے وجود میں بھی عالم فنائیت کا ایک باب کھلا ہوا دکھائی دیتا اور حضرت نبئ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی تجلّی اپنے وجود میں سرایت ہوتی محسوس کر رہے ہیں۔ حتّٰی کہ اعزاز آفرماتے ہیں کہ :-

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں — وُہ ہے ، مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے" (مسیح موعودؑ)

معترضین و مخالفین اس ضمنی بحث عشقِ محمدی کے بعد پھر بھی یہ ہر ہمیش یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے "یحمدك" کے لحاظ سے صرف اپنی ہی خصوصیت نہیں فرمائی بلکہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے تو

"پھر وہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں محبوب بن جاتا ہے فان اللّٰہ یحمدك من عرشہ پس اللہ تعالےٰ عرش پر سے اس کی تعریف کرتا ہے"۔ (اعجاز المسیح صفحہ ۱)

گویا ہر مخلص بندے کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہ سلوک ہوتا ہے جس کے حصول کا ذریعہ یوں بیان ہوا ہے کہ :-

"اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ"

کہ آنحضرت صلعم جو "محمد" ہیں اُن کے مداح خواں بن جاؤ۔ خدا تمہاری تعریف کرے گا۔ رسول پاک صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے تو صلے اللہ علیہ عشراً اللہ تعالیٰ اُس دس مرتبہ درود پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر اور کون مستحق ہو سکتا ہے جس نے رسولِ خدا صلعم کی آ[illegible] تعریف اتنی مدح کی ہو کہ کتابوں کی کتابیں اس مدح و ثنا سے بھر دی ہیں بلکہ یہی وہ مستحق ہے ۔ جو مدح کے نتیجہ اور رسولِ خدا صلعم کی کامل اطاعت و فرمانبرداری میں مسیح موعود کے عہدہ متبرکہ سے فیضیاب ہوا۔ اس کی حمد درحقیقت حضرت نبی اکرم صلعم کی ہی حمد اور تعریف ہے جو شرعاً جائز ہے ۔

"یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں"

الہام کا دوسرا حصہ "یمشی الیک"

اب رہا الہام کا دوسرا حصہ یعنی لفظ "یمشی الیک" کا مسئلہ۔ سو اس کے لئے صحیح مسلم کی یہ حدیث کافی شافی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

"مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً"

(صحیح مسلم جلد ۲ باب التقرب الی اللہ)

کہ جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں"۔

پس جن معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے دوڑ کر آنا ثابت ہے اُنہی معنوں میں اُس کے لئے "یمشی" یعنی آنا بھی ثابت ہے۔ فلا اعتراض۔

نواں اعتراض:-

" انت من ماءنا اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے "
عرفان ص۳۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں لاہوت حقیقی کے دوسرے مرحلے ثابت کرنے کیلئے معترض صاحب نے حضور کے الہام انت من ماءنا کو پیش کر کے لکھا ہے کہ " اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے" معترض نے کمال چالاکی سے حضور کے عرف الہام کا اردو ترجمہ کر کے اربعین کا حوالہ دیا ہے اس طرح اپنی عادت کو ملحوظ رکھ کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ گویا یہ ترجمہ اربعین میں موجود ہے۔ حالانکہ حضور نے اربعین میں یہ ترجمہ ہرگز نہیں کیا بلکہ یہ معترض کی جرأت مندانہ مغالطہ دہی ہے جو غالباً انہیں شیخ پاکٹ بک کی ہی طرف سے بطور تحفہ ملی ہے۔ کیا معترض صاحب کسی لغت عرب سے ماء کے معنی وہ پانی دکھا سکتے ہیں جو ان کے ذہن میں لفظ نطفہ کا مفہوم نکلتا ہو؟ ہرگز نہیں۔ البتہ لغت عرب میں ماء کے معنے صفائی۔ چمک اور نور کے بھی آئے ہیں۔ چنانچہ ماء الوجہ کے معنے ہیں کہ " چہرے کی چمک اور صفائی" ان معنوں کے لحاظ سے انت من ماءنا کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی روشنی اور نور سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ نیز خدا کے پانی سے الہام الٰہی کی بارش بھی مراد ہوتی ہے قرآن مجید میں ایسے ثبوت موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں کہ ؎

" اک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر پھیر دے اب میرے مولا اس طرف دریا کی دھار"

اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
(مسیح موعود)

لہذا اسی مفہوم کو ذہن میں رکھ کر نیز حضرت مسیح موعودؑ کی عظمت اور برتری کو محسوس کرتے ہوئے حضورؑ نے جو اس الہام کی ذاتی طور پر تشریح فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وھو ھذا!

" یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی۔ استقامت کا پانی تقویٰ کا پانی۔ وفا کا پانی۔ حب اللہ کا پانی جو خدا سے ملتا ہے۔" (انجام آتھم صفحہ ۵۶ حاشیہ)

لہذا ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتِ مبارک تشنگانِ صداقت کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے اور آپؑ کی پیروی میں ہی۔ ایمان۔ استقامت۔ تقویٰ۔ وفا۔ محبت الہٰی کے پورے جوہر کھلتے ہیں اسی لئے حضورؑ فرماتے ہیں کہ ؎

" فَاِنْ شِئْتَ مَاءَ اللّٰہِ فَاقْصُدْ مَنَاہِلِیْ
فَیُعْطِکَ مِنْ عَیْنٍ وَّ تُنْسِ مَرَارً " (کرامات الصادقین)

یعنی اگر تو خدا کا پانی چاہتا ہے تو میرے چشمے کی طرف آ۔ پس تجھ کو چشمہ دیا جائے گا۔ نیز وہ آنکھ بھی ملے گی جو نورانی ہو گی" (نیز دیکھو درثمین عربی صفحہ ۲۴۳) اس جگہ بھی "خدا کے پانی" سے مراد رضاءِ الہٰی ہے پس الہام مندرجہ عنوان میں بھی یہی مراد ہے۔ فلا اعتراض۔

دسواں اعتراض:-

" انما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہٗ کن فیکون اے مرزا تیرا یہ امر ہے کہ جب تو

معترض نے حسبِ عادت الہام زیرِ بحث میں حضرت مسیح موعودؑ کو کچھ اس ڈھنگ سے پیش کیا ہے کہ گویا معترض کا پیش کردہ ترجمہ

کسی چیز کو کن کہے تو وہ ہو جائے" | حضور کا ہی ترجمہ ہے۔ حالانکہ اس الہام میں بھی خدا تعالیٰ نے ہی مخاطب ہے مگر
عرفان الٰہی صفحہ ۵۴

عوام کو دھوکہ دینے کے لئے معترض نے یہ عربیہ آسانی سمجھ رکھا ہے۔
لہٰذا معترض کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الہام بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قل محذوف ہے جس طرح سے سورۃ الفاتحہ میں ایاک نعبد میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہی ہے حالانکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بندوں کی زبان سے ادا کیا گیا ہے اور اس میں بھی "قل" محذوف ہے یعنی یہ آیت بھی خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل فرمائی ہے پس اعتراض کنندہ کا اعتراض بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی عیسائی یا آریہ کہہ دے کہ دیکھو محمد (صلعم) تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا بھی میری عبادت کرتا ہے کیونکہ خدا اس کو کہتا ہے "ایاک نعبد" اب جو معترض صاحب ایک آریہ کو اس کا جواب دیں گے وہی جواب اس الہام کی نسبت ہمارا بھی ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔ میری طرف سے نہیں ہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۴)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا اپنی اس الہامی آیت کے بارہ میں اپنا کیا مذہب تھا یعنے آپ اختیارات کن فیکون کس کے لئے مانتے تھے؛ سو غور سے سنو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

"نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعہ میں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ لہ ملک السموات والارض یعنے زمین پر بھی خدا کی بادشاہت

ہے اور آسمان پر بھی اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ انما
امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون یعنی
تمام زمین و آسمان اس کی اطاعت کر رہا ہے۔ جب ایک
کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا
ہے۔" (کشتی نوح ص۳۶)

اب اگر معترض کے لئے عربی زبان میں اشکال تھا تو اس کا ترجمہ
بھی موجود تھا اس پر نظر رکھتے وہ بات واضح ہو سکتی تھی جو حق تھی۔ مگر یہ کام تو
وہ کرے جسے تحقیق منظور ہو۔ اقتدار کے بوالہوس لوگوں کو تو حقیقت پسندی
سے دور کا واسطہ نہیں ہوتا۔

بہرحال معترضین کو اگر مندرجہ بالا جواب تسلیم نہ ہو تو پھر حضرت پیرانِ
پیر جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد دیکھو کہ عربی میں ہے
اور جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے) پڑھ لو۔

"اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے بنی
آدم میں ہی اللہ ہوں اور نہیں ہے میرے سوا کوئی دوسرا معبود۔ میں
کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے تو میری فرمانبرداری
کر تجھے بھی ایسا ہی کر دوں گا کہ جس چیز کو تو کہے گا کہ ہو جا وہ ہو
جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے کئی نبیوں اور
ولیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے غرضیکہ اس کے بعد درجہ
تکوین یعنی کن فیکون کرنے کا۔ (قائل فانی) عطا ہو گا اور
تو اپنے ہی حکم اور اذن صریح سے پیدا کرے گا۔"

(مقالات غیب ترجمہ اردو فتوح الغیب ص۲۴)

اب اگر حضرت مرزا صاحبؑ کی مخالفت ہی منظور رہے تو پھر آؤ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہ بھی فتویٰ لگاؤ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ تمہارا اعتراض باطل ہے اور حضرت مرزا صاحب کا وہی مسلک ہے جو پہلے اولیاء صلحاء کا تھا اور تم لوگ وہ راستہ اختیار کر رہے ہو جو پہلے مکذبین اور حق سے بیگانہ لوگ اختیار کرتے رہے ہے

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پہ آتا ہے
چھوڑ دیں گے کیا وہ سب کو کفر کرکے اختیار (مسیح موعودؑ)

گیارھواں اعتراض :-

"انت اسمی الاعلےٰ" اے مرزا تیرا میرا اسم اعلیٰ ہے"۔ صفحہ ۵۳

اس الہام کا یہ ترجمہ بالکل ہی غلط ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس کا ترجمہ کر دیا ہے کہ " تو میرے اسم اعلےٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ رہے گا"۔

(تریاق القلوب صفحہ ۸۱)

گویا اس الہام میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ "کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ" خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے"۔

نیز اسم کے معنے اس الہام میں "صفت" کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اس الہام میں اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو "اعلیٰ" ہے یعنے سب پر غالب آنے والی ہے چونکہ ہر نبی خدا کی اس صفت کا مظہر ہوتا ہے لہذا اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس صفت کا مظہر قرار دیا۔ کیوں نہ قرار دیتے جبکہ حضورؑ کا باذنِ الٰہی یہ دعویٰ ہے کہ

"منم مسیح بہ بانگ بلند میگویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد"

بارہواں اعتراض :-

> "مرزا جی کو بیٹے کے متعلق الہام ہوا
> مظہر الحق والعلاء کأن اللہ
> نزل من السماء کہ وہ ایسا ہوگا
> کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا ہے"

نہ جانے معترض کو زیادہ تر حضر
الہامات پر ہی کیوں رنج ہے ا
ساختہ ترجمہ میں معترض نے گویا
کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت
موعود علیہ السلام نے اپنے الہا
موعود لڑکے کو خدا ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا
اس جگہ مشابہت نزول و ظہور میں ہے نہ کہ ذات میں چنانچہ حضرت
موعود علیہ السلام اسی جگہ جہاں سے معترض نے یہ الہام نقل کیا ہے
فرماتے ہیں کہ :-

"مظہر الحق والعلاء کأن اللہ نزل من السماء جس کا
نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب
ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے
عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا
سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری
کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور
قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی
طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً"
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس ایک حوالہ سے ہی معترض کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے کیونکہ کسی کلام کی خلاف منشا متکلم یا ملہم تفسیر یا تعبیر کرنا ناجائز ہے اور حضور کی اس عبارت سے یہ بات حل ہو جاتی ہے کہ مشابہت ذات میں نہیں بلکہ بلحاظ نزول ظہور ہے جس کی تصدیق متعدد احادیث سے بھی ہو سکتی ہے کہ نزول سے مراد اُس کے فیوض اور برکات کا نزول ہے۔ دیکھو بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ وغیرہ۔

اب اس الہام کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ وہ لڑکا بلند اقبال ہوگا اس کے آنے کے ساتھ خدا کا فضل اور اُس کی برکات آئیں گی۔ فلا اعتراض ے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا	جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا	دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

(مسیح موعودؑ)

سو دُنیا گواہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے تمام وعدے پورے ہوئے اور سیدنا ومرشدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذریعہ آسمانی فیوض و برکات کا واضح ظہور ہوا ہے۔ آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے اکناف عالم تک شہرت و منزلت پائی ہے جس کا اپنے اور بیگانے اقرار کرتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تیرھواں اعتراض

"تمثیلی طور پر خدا کی زیارت اور سُرخی کے قطرے پر اعتراض" صہ۵

معترض نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵ سے نشان نمبر ۱۰۶ کی دو چار سطور مختلف جگہوں سے اکٹھی کر کے اور اپنی پسند عبارت بنا کر درج کی ہے اور اس طرح سے ایک نئے قسم کا سرقانہ طریقہ کار ایجاد کیا ہے پس اس نشان مذکورہ کا پورا اقتباس اس موقعہ پر درج کرنا مناسب

خیال کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس اقتباس سے معترض کی مسروقہ سطور پر بھی
خط لگا دیتا ہوں تا قارئین کو معلوم ہو جائے کہ کس طرح سے معترض نے ناقابلِ
اعتراض اقتباس کو خواہ مخواہ کے اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔

"نشان نمبر ۱۰۷۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت
ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ
مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ
کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش
کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کے قلم
سے اس پر دستخط کئے اور دستخط کرتے وقت قلم کو چھڑکا
جیسا کہ قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے
ہیں اور پھر دستخط کر دیئے اور میرے پر اس وقت نہایت
رقت کا عالم تھا اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے
پر فضل اور کرم ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا بلا توقف اللہ تعالیٰ
نے اس پر دستخط کر دیئے اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی
اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرہ میں میرے
پیر دبا رہا تھا کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے
میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے۔ اور عجیب بات
یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے
کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک
غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس
کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا مگر جس کو روحانی

امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست
کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ میاں عبداللہ کو سنایا اور
اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے عبداللہ کو جو
ایک رؤیت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے
میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جواب تک اس کے
پاس موجود ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)

قارئین کرام نے اس طویل اقتباس کو پڑھا۔ اور خط کشیدہ چند الفاظ
بھی زیر نگاہ لائے ہونگے۔ جو اس طویل اقتباس سے معترض نے اعتراض کی شکل میں
جمع کر کے درج کیے ہیں گویا اتنی طویل عبارت سے دو چار سطریں نقل
کرنے سے معترض کا مطلب حل ہو جاتا ہے بہرحال اصولی اور بنیادی طور پر
خواب حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ جس کی وضاحت ہم سابقہ صفحات
میں کر آئے ہیں اور پھر خواب میں خدا تعالےٰ کی زیارت کرنا بھی محبان اللہ
کے لیے ناممکن نہیں اولیاء کرام کی نسبت کتب سیر میں ایسے کئی واقعات
مثبت ہیں۔ کیا معترض کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم نے بھی خدا تعالےٰ کو
خواب میں ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے لمبے بال اور پاؤں میں
سونے کی جوتی تھی۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ نے خدا تعالےٰ کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا۔ پھر درِ منثور جلد ۵
ص ۲۱۹ کی حدیث شریف میں بھی مرقوم ہے کہ

"اَتَانِیْ اللَّیْلَۃَ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ الخ"

"کہ آج رات خواب میں میرا رب اچھی شکل میں آیا اور حضور صلعم کے
کندھوں کے درمیان پشت پہ ہاتھ رکھا جس سے حضور صلعم کے سینے

میں ٹھنڈک محسوس ہوئی" اور پھر حضور فرماتے ہیں کہ مجھے آسمانوں اور زمین کا علم ہوگیا۔"

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے روایت کی ہے کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرا۔

"میں نے اللہ تعالےٰ کو سبز لباس میں دیکھا" (کتاب الاسماء الصفات صہ ۳۱۴)

چنانچہ جملہ احادیث کی روشنی میں حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الیواقیت میں عربی زبان میں مرقوم ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

"تم خواب میں اللہ تعالےٰ کو جس کی درحقیقت کوئی شکل نہیں، کسی شکل میں متمثل دیکھ سکتے ہو اور تعبیر کرنے والا خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تعبیر کرے گا اس عالم کشف میں ایک محال چیز موجود ہوگئی" (الیواقیت الجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

پس خواب میں اللہ تعالےٰ کو متمثل دیکھنے سے اس کا جسم لازم نہیں آتا جیسا کہ احادیث محولہ بالا سے ظاہر ہے لہذا کشفی حالات بالکل جدا گانہ ہیں اس سے خدا تعالےٰ کے مجسم ہونے پر استدلال اور مضحکہ اڑانا سراسر حماقت ہے۔ لہذا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے اس کشف کے ابتدائی الفاظ یعنی "ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا کی زیارت ہوئی" آپ اپنے نام نہاد عنوان الحق میں نقل کر چکے ہیں۔ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کے رؤیا و کشوف کے مشابہ ہیں۔ لہذا اس پر کسی بھی قسم کا مخالف استدلال صریحًا باطل ٹھہرتا ہے۔ جو کہ معترض کی انتہائی بدبختی تصور ہوگی۔ پھر اور بھی ذرا اس بارہ میں غور کیجئے کہ صوفیائے اسلام کا

یا مذہب ہے؟ سن لیجئے اور فائدہ اُٹھائیے!

"صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ جس پیرا در جس صورت میں
چاہے ظہور کر سکتا ہے بلکہ وہ اس حالت میں بھی مطلق ہوگا
حتی کہ اطلاق کی قید سے بھی بالا ہوگا اور جب وہ کسی صورت
میں ظہور فرمائے تو اس پیرائے کے مطابق احکام جاری ہونگے
اس بنا پر ان کے نزدیک حیثیت کے مطابق اللہ تعالےٰ
کے لئے نزول بیٹھنے وغیرہ کا بول سکتے ہیں"۔

(ترجمہ از عربی عبارت از تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۵۷۱)

پس ع

زصوفی مشنو گر زمن نشنوی

تاہم معترض صاحب کو شیعہ ہونے کی صورت میں حضورؑ کے کشوف و
الہامات کا مضحکہ خیز پرچار کرنے سے قبل اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے تھی۔
جبکہ بروئے کتاب التوضیح فی الملل والنحل ان کا اعتقاد ہے کہ:

"قالت طائفۃ منہم بالخطیۃ الی الخطاب محمد
بن ابی زینب مولیٰ بنی اسد"
کہ شیعوں کے ایک گروہ نے ابوالخطاب اسدی کو اللہ قرار
دیا ہے"۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

۵ "اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دیدِ مری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار"
(مسیح موعودؑ)

چودھواں ضمنی اعتراض:۔

"سُرخی کے قطرے"؟ اب رہا "سُرخی کے قطروں کا سوال" سو اس میں بھی اہلِ
علم کے نزدیک کوئی محال نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ
اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ان کو ایک مقررہ اندازہ
سے اُتارتے ہیں۔"

آپ بتائیں کہ کیا "ہر چیز" میں "سُرخ قطرے" شامل نہیں ہیں؟ مجھے خدشہ ہے

کہ شیرازی صاحب حسب عقیدہ کہیں یہ نہ کہدیں کہ "یہ آیت تو موجودہ
قرآن کی ہے جو (نعوذ باللہ) تحریف شدہ ہے مجھے مصحف فاطمہ سے استدلال
کرکے دکھاؤ"! کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ مصحف فاطمہ دستیاب ہونا محال ہے
کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بقول اُن کے ہے۔ لہذا اس
صورت میں واقعی ان کے قول و خیال پر ہی عمل کرنے سے مجبور ہوں۔

علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مادہ پرست اور کور باطن لوگ یہ
کہیں کہ یہ کیسے ہوگیا کہ کچھ بھی نہ تھا اور پھر سیاہی کے قطرے پڑ گئے۔

سو انہیں یاد رہے کہ عدم علم سے عدم شئی لازم نہیں آتی۔ اسلام میں ایسے
واقعات اولیاء کرام سے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ذیل میں معترض کے اضافہ علم
کے لئے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن الجلاء صوفی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ وہ مدینہ منورہ میں بھوکے
تھے تو آنحضرت صلے اللہ وسلم کے روضہ مبارک پر تشریف لائے اور
عرض کی کہ

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِیْ فَاقَۃٌ وَّ اَنَا ضَیْفُکَ"

کہ اے رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہو کر بھوکا ہوں"۔ اور پھر ذرا ہٹ کر سو گئے۔ خواب میں حضور صلعم نے آکر ایک روٹی انہیں دی جو زیادہ تھی۔ فَاَکَلْتُ نِصْفَہٗ وَ اَنْتَبَہْتُ وَفِیْ یَدِیْ بَعْضُ الرَّغِیْفِ۔ کہ میں اس روٹی کا کچھ حصہ کھا گیا کہ جاگ پڑا تو باقی حصہ روٹی کا میرے ہاتھ میں تھا۔ (ملاحظہ ہو منتخب الکلام تفسیر الاحلام مصنفہ ابن سیرین و رسالہ قشیریہ و تذکرۃ الاولیاء در ذکر عبد اللہ بن الجلاء)

گویا جو روٹی خواب میں ملی تھی وہ خارج میں بھی موجود تھی۔ سو جہاں سے روٹی اس طرح میں دکھائی دی وہاں "سرخی کے قطرے" بھی دکھائے جا سکتے ہیں۔

(۲) بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے (ترجمہ از نزل عبارت)

"ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی جس کو حضور الٹ پلٹ رہے تھے میں نے پوچھا حضور یہ مٹی کیسی ہے؟ فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ (حضرت حسینؓ) عراق میں قتل کیا جائے گا اور یہ اس کی مٹی ہے۔" (شرح سر الشہادتین صفحہ ۸۳ وکنز العمال)

اب دیکھئے خواب کی بات تھی مگر وہ مٹی اور پھر خون سے سرخ مٹی حضورؐ کے ہاتھ میں بیداری کے وقت بھی رہ گئی۔ پس سرخ قطروں کا بیداری میں ہونا کیوں محال ہے۔

(۳) حضرت اسمٰعیل صاحب شہید رح دہلوی تحریر فرماتے ہیں :-

"انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ

لے تین کھجوریں اپنے دست مبارک سے اٹھائیں اس طرح
کھل گئیں کہ ایک ایک کھجور اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں ڈالتے
جاتے ہیں اتنے میں وہ جاگ پڑے تو اس مبارک خواب کا
اثر ان کے نفس پر ظاہر تھا۔“

(صراط مستقیم صفحہ ۱۶۷)

(۴) تذکرۃ الاولیاء میں حسن بصریؒ کا ایک واقعہ درج ہے کہ:-
”آپ کا ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا حضرت حسن بصریؒ
نے سنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب المرگ ہے آپ نے
اسے تبلیغ کی اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؒ
اسے جنت کا پروانہ لکھ کر دے دیں اور بزرگان بصرہ
کے دستخط ثبت کریں کہ شمعون کی نیز تھا جب وہ مر جائے تو
اس کے ہاتھ میں دے دیں تاکہ اگلے جہان میں گواہ رہے
چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے ایسا ہی کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ
میں نے یہ کیا کیا؟ اس کو جنت کا پروانہ کیونکر لکھ دیا۔ لکھا ہے
کہ حضرت حسن بصریؒ اسی خیال میں سو گئے شمعون کو دیکھا کہ
شمع کی طرح تاج سر پر اور تکلف لباس بدن میں پہنے ہوئے
بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے...... اس نے حضرت
حسنؒ سے کہا کہ حق تعالے نے اپنے فضل سے مجھے اپنے
محل میں اتارا ہے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا
ہے...... اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں رہا اور آپ
سبکدوش ہو گئے۔ لیجئے یہ اپنا قرار نامہ کیونکہ اب اس کی

ضرورت نہیں جب حضرت حسنؒ خواب سے بیدار ہوئے تو خط کو آپ نے ہاتھ میں دیکھا۔" (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۵)

ظاہر ہے کہ یہ واقعات عام لوگوں سے پیش نہیں آتے بلکہ خارق عادت ہوتے ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس تمثلی کشف میں لکھا ہے کہ

"ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھیگا اور شک کریگا کیونکہ اس کو ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)

گویا جس طرح ایک گنوار ہوائی جہاز اور ریڈ ائیر لیس کا انکار کرے گا اسی طرح کا یہ انکار بھی ہوگا لہذا ہر دو انکار شائستہ التفات نہیں ؎

اہلِ ظاہر نہ کریں کہ جیۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائیں گے یہاں رنج و مصیبت کے سوا

اس وقت تک بفضلِ تعالیٰ شیرازی صاحب کے اُن پیش کردہ حوالجات کا راقم نے تجزیہ کر کے ٹھوس اقتباسات و روایات کی روشنی میں قارئین کرام پر حق و صداقت کے معیاری اثبات سے ثابت کر دیا ہے کہ جن پر معترض کو کچھ زیادہ ناز تھا اُن کا تو بفضلِ تعالیٰ اچھی طرح بخیہ ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ بلکہ اس بات کی بھی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعودؑ کو الہامات و کشوف میں منفرد تصور کرے بلکہ انبیاء و اولیاء سے بھی خارق عادت طور پر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ پس اب معترض صاحب میں اگر ذرہ بھر بھی تخم دیانت موجود ہے تو وہ یا تو ایک سنجیدہ محقق کی حیثیت سے تحقیق کریں۔ مجھے امید ہے کہ نیک نیت بن کر تحقیق کرنے کے نتیجہ میں وہ دائرہ احمدیت میں داخل ہونے پر مجبور

ہو جائیں گے ورنہ واقعات کے پیش نظر جملہ انبیاء و اولیاء سے بھی منحرف ہونے بغیر اللہ کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔ بہر حال اس وقت تک مؤلف عرفان الحق صاحب کے بار بار دُہرائے ہوئے اور چیدہ چیدہ اعتراضات کے جواب درج کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب دوسرے پیش کردہ اعتراضات کو بھی حسب ترتیق زیر بحث لا کر حسب ملاحظات اُن کے جوابات بھی دینے کی سعی کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پینڈر ھواں اعتراض! بحوالہ ازالہ اوہام صہ۴۸

"ازالہ اوہام صہ۴۸ کہ حکیم نورالدین نے فرمایا کہ اگر اللہ کی جناب میں انت عبدی وانا ربک اے خدا تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ کہنے والے انسان جہنمی نہ ہوں۔" (عرفان الحق صہ۹۵)

الجواب:- معترض نے ازالہ اوہام صہ۴۸ کے حوالہ سے جو مہمل سی عبارت پیش کی ہے۔ بڑی اور چھوٹی تقطیع تلاش کرنے کے باوجود اس قسم کے مفہوم کی عبارت تو درکنار ان الفاظ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ باعتبار حوالہ بار ثبوت معترض صاحب کے ذمہ ہے۔ ورنہ ان کی اس خود ساختگی کا مظاہرہ عیاں ہے۔

نمبر۲- یہ کہ بذات خود بھی اس عبارت کا کوئی مفہوم و مقصد محسوس نہیں ہوتا۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ جیسے سلطان القلم ہستی علامہ اجل حضرت مولینا نورالدین جیسے عالم و فاضل کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرنا ہرگز پسند نہیں کر سکتے تھے۔ دراصل یہ عبارت معترض کی اپنی اختراعی عبارت ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو پیش کی جا دے؟

نمبر۳- یہ کہ اگر کسی وجہ سے یہ درست بھی مان لی جائے تو بھی الست عبدی وانا ربک دعائیہ نعرہ کی شکل میں آیت کریمہ ایاک نعبد کی طرح حضرت

حکیم الامت نور الدین اعظم نے رقم فرمائی ہوگی۔ بہر حال صحیح حوالہ اور عبارت پیش کرنے پر ہی معترض اس بہتان طرازی کی زد سے بچ سکتے ہیں۔ وبس۔

سولہواں اعتراض : حیض آنے کا جواب

معترض نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل اقتباس درج کیا ہے کہ :۔

" الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے "۔ (عرفان الحق ص ۵۴)

الجواب :۔ معترض نے حسب عادت اس حوالہ میں بھی مطلب خود الفاظ لے کر عوام کو یہ سمجھنے کا اشارہ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو حیض آتا ہے اگر معترض اس مختصر سی عبارت کے درمیانی حروف بھی درج کرتا۔ تو اس اعتراض کا خود بخود کو جواب آجاتا۔ مگر معترض نے اپنی ہی بدنیتی کے سبب ایسا نہیں کیا۔ اگر " تیرا حیض دیکھے " کے ساتھ والے حروف بھی درج کرتا کہ " یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے " تو عقلمندوں کے لئے سمجھنے کی آسان راہ نکل آتی کہ اس میں ملہم کی طرف سے حیض آنے کا کوئی دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس میں تو اس کی نفی کی گئی ہے اور اس کی تردید کرتے ہوئے " انعامات متواترہ " کا وعدہ دیا گیا ہے مگر معترض اس کو بھی اعتراض کی شکل میں اپنے ہی دعویٰ میں پیش کرتا ہے۔ العجب ثم العجب۔

علاوہ اس کے اس اعتراض کے اور بھی کئی جواب ہیں اول یہ کہ اس الہام میں " یریدون " کا ابتدائی لفظ دشمن کے ارادہ کا ترجمان ہے یعنی کہ " دشمن تیرا حیض دیکھنا چاہتے ہیں " یہ نہیں کہا کہ فی الواقعی تجھ میں حیض موجود بھی ہے۔

کیا دشمنوں کے ارادہ کرنے سے وہ بات ویسے ہی ہو جایا کرتی ہے؟ اگر یہ درست ہے تو بتلایئے کیا آیت یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ (التوبہ ع) اور یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلَامَ اللّٰہِ (الفتح ع) سے یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ اللہ کا نور بجھ گیا اور اس کا کلام مبدل ہو گیا؟ جس طرح ان آیات سے یہ استدلال غلط ہے ویسا ہی الہام مندرجہ بالا سے اثبات حیض کا دعویٰ باطل ہے

دوم۔ ملہم یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود حیض کے معنی کی تشریح فرمادی ہے۔

"یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلا دے۔"

(اربعین جلد ۴ صفحہ ۱۹ حاشیہ)

سوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے خداداد دیگر مراتب اعلیٰ کے کامل درجہ کے صوفی اور کامل درجہ کے متکلم ہیں چنانچہ آپ کے کلام میں بھی ہر دو رنگ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ اولیاء امت کا اسلوب خاص تصوف کی جان ہے اور ہمیشہ سے "خشک ملاں" اپنی کوتاہ علمی یا شرارت کی بناء پر ایسے ہی الفاظوں سے عوام کو مشتعل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس اعتراض کی صفائی میں صوفیاء کرام کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں جن سے اس باب میں بہت وضاحت ہو جاتی ہے۔

(۱) پہلی شہادت فریدالدین صاحب عطار لکھتے ہیں:۔

"جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے راستے میں مریدوں کو حیض آتا ہے اور مرید کے راستے میں جو حیض آتا ہے

تو وہ گفتار سے آتا ہے اور کوئی مرد ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس حیض ہی میں پڑا رہتا ہے اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا اور ایسا آدمی بھی ہوتا ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا ہمیشہ پاکی میں رہتا ہے۔"

(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۴۶ در ذکر ابوبکر واسطیؒ)

(۲) دوسری شہادت۔ تفسیر روح البیان کی عربی عبارت کا یہ لکھا ہوا اردو ترجمہ ہے کہ:۔

"جس طرح عورتوں کے لئے ظاہری حیض ہوتا ہے اور وہ ان کے ایمان میں کمی کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ ان کو نماز اور روزہ سے روک دیتا ہے اسی طرح مردوں کو بھی ایک باطنی حیض آتا ہے جو اُن کے ایمان کی کمی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کو نماز کی حقیقت سے بے بہرہ کر دیتا ہے۔"

(روح البیان جلد اوّل صفحہ ۲۳۶)

(۳) تیسری شہادت۔ حدیث دیلمی میں آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ

"اَلْكَذِبُ حَيْضُ الرَّجُلِ وَالْاِسْتِغْفَارُ طَهَارَتُهٗ"

یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جھوٹ مرد کا حیض اور استغفار اس کی طہارت ہے۔"

(دیلمی صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۷ ازاوی حضرت طلحۃؓ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کا مطلب صرف یہ ہے کہ دشمن تجھ کو جھوٹ یا کسی اور بدی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے تجھ میں کوئی بدی اور گندگی نہیں!

لہذا ظاہر ہے کہ مخالف حقیقت مصنف عرفان الحق نے جو ناپاک الزام کا کنایۃً اشارہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف کیا ہے وہ سراپا غلط اور ضد انبیاء اور اولیاء سے قدیمی معاندت کا نتیجہ ہے۔

پس یاد رکھو کہ ؎

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ!
وہ رزاق ہے اس کو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تک جھوٹ سے کروگے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ

(مسیح موعودؑ)

سترھواں اعتراض:۔

"ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷، ۷۲ قرآن زمین سے اٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں" صفحہ ۲۵ عرفان الحق صفحہ ۵۵

معترض نے ازالہ اوہام کے مختلف صفحات کا حوالہ دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت قرآن زمین سے اُٹھانا اور پھر واپس لانا کہلا کر بعدہٗ تشریح عبارت پیش کی ہے۔ در پردہ اس کو پیش کرنے میں یہ جتانا مقصود ہے کہ حضرت مرزا صاحب قرآن کے اُٹھ جانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن واپس لانے کا بھی ہے؟

یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

قرآن مجید زمین پر سے اُٹھ گیا تھا اور میں اُسے لایا ہوں لیکن اس میں اعتراض والی بات ہی کونسی ہے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ نہیں فرمایا ہے کہ :-

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ

الحدیث (مشکوٰۃ کتاب العلم)

کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا اور قرآن مجید اُٹھ جائے گا۔ اس کے صرف الفاظ رہ جائیں گے"۔

پھر دوسری روایت میں آتا ہے کہ :-

"لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ" ۔ (بخاری کتاب التفسیر)

یعنی "ایک فارسی الاصل انسان ایسا واقعہ ہوگا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی جاچکا ہوگا تو وہ اسے واپس لائے گا"۔

جملہ روایات کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ ایمان، اسلام اور قرآن مجید کو آخری زمانہ میں واپس لانے والا اس کی تعلیمات کو از سرِنو تازہ کرنے والا، دین اسلام کی تجدید کرنے والا ایک فارسی الاصل ہوگا اس کے بغیر کوئی دوسرا شخص یہ کام نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ یہ کام صرف مسیح موعودؑ اور اس کی جماعت کے لئے ہی مخصوص ہے۔

بہرکیف رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ میں قرآن مجید اُٹھ جائے گا۔ لہٰذا یہ اب ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ آیا... آنحضرت صلعم

کہ وہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے یا نہیں؟ اس کے ثبوت میں ہم دو مخالفِ
احمدیت کے دو حوالے پیش کرتے ہیں۔
اوّل:۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا جو تمام عمر حضورؑ کے مخالف
رہے فرماتے ہیں کہ:۔

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا
ہے فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر
واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار
کتاب جانتے ہیں"۔

(اخبار اہلحدیث ۱۴ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲)

دوم۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب جو بعض فرقہ ہائے اسلام
نزدیک مجدد بھی مانے گئے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا
ہے مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران
ہیں علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں
انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں"۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

ہر دو اقتباس زمانہ کی حالت اور قرآن مجید کے اُٹھ جانے کا کھ
نقشہ پیش کرتے ہیں۔ کیا ان رونما ہونے والے حالات کے بعد بھی اُ
ہستی کا بر وقت مبعوث ہوکر تشریف لانا مدعی کے دعویٰ کی زبردست
دلیل نہیں ہے؟ جس کے متعلق ارشاد تھا کہ وہ فارسی الاصل ہوگا۔
چنانچہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

نے اپنے مسیح موعود ہونے کے ثبوت میں ہی ازالہ اوہام ص۶۷۳ کے حاشیہ میں دیگر علامات و قرآنی پورے ہونے کے علاوہ عجاب جمل نشان کا اظہار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ" ازاں جملہ اس عاجز کے مسیح موعود ہونے پر یہ نشان ہے" اور پھر اس بات کا تشریح کرنے کے بعد کہ" قرآن مجید اٹھ گیا تھا اور میں ہی واپس لایا ہوں" اسی کتاب کے ص۶۷۷ حاشیہ پر اپنی ذات کو اس حدیث کا معداق قرار دیا ہے کہ میں ہی فارسی الاصل ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی بھی تعیین فرمائی ہے کہ یہ وہی زمانہ ہے جس میں حضور مبعوث ہوئے ہیں لہذا واقعات معدقہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ تو حضور کے فارسی الاصل ہونے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے۔ اور اس کا ہم یہیں پر ثبوت بھی پیش کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت یہ ہے کہ بندوبست مال ۱۸۶۵ء حضور کے دعویٰ سے سالہاسال پہلے جبکہ حضرت اقدس کے والد اجداد اور خاندان کے دوسرے افراد زندہ تھے قادیان کے مالکان کے شجرہ نسب کے ساتھ (فٹ نوٹ) میں بعنوان" قصبہ قادیان کی آبادی" اور" وجہ تسمیہ" میں لکھا ہے کہ:۔

"مورث اعلیٰ ہم مالکان دیہہ کا بعہد شاہان سلف ملک فارس سے بطریق نوکری......آکر......اس جنگل افتادہ میں گاؤں آباد کیا"

دوسرا ثبوت:۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو احمدیت کا شدید مخالف اور ہندوستان کے مسلمانوں کا نام نہاد مذہبی وکیل تھا۔ لکھتا ہے کہ

"مؤلف براہین احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہے"۔
(اشاعت السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۹۳)

تیسرا ثبوت۔ ایم۔ اے لطیف اپنے ایک پمفلٹ امر بقائی اور قرآن حکیم صفحہ ۱۶ میں لکھتا ہے کہ

"جناب مرزا صاحب یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں"۔
یافث بن نوح کے متعلق ملاحظہ ہو غیاث اللغات فارسی
"شیخ ابن حجر شارح صحیح بخاری گفتہ است کہ فارسی منسوب
"بفارس" ابن ناموز بن یافث بن نوح علیہ السلام"

چوتھا ثبوت۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ
"اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے"۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸ حاشیہ)

"خدا کے کلام سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارا خاندان دراصل فارسی خاندان ہے سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں"۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۷ حاشیہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی الاصل ہونا ثابت ہے جو ناقابلِ تردید ہے۔ لہٰذا قرآن پاک کا اٹھایا جانا اور پھر واپس لانا حضرت اقدسؑ کے ہی زمانہ اور وجود سے مقدر تھا۔ جو حضور نے کر دکھایا۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے

"وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا"
"کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح

خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

بس ۔

عاقلاں را اشارہ کافی است ۔ وبس

اٹھارہواں اعتراض :-

" انا انزلناہ قریباً من القادیان کشفی طور پر میں نے دیکھا ... تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن میں درج ہے ،، عرفان الحق ص ۵۶

شیرازی صاحب ! قطع نظر آپ کی اس قدیم عادتِ محرفانہ کے جو آپ نے اس عبارت کو تہ و بالا کرنے میں کی ہے ۔ اس بات کا خود ہی انصاف سے فیصلہ کریں کہ جب آپ نے خود ہی " کشفی طور پر " لکھا اور لکھا ہوا پایا ہے تو اعتراض کیسے ہوا جبکہ کشف تمام کلیہ کے تحت بھی حقیقت پر محمول نہیں کیا جاتا ہے ۔ مگر آپ بھی اپنے مسلمہ مسئلہ " تقیہ " کی پابندگی سے مجبور ہیں لہذا آپ کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے ۔ ورنہ صاف بات ہے کہ دوسرے کشوف کی طرح یہ بھی ایک کشف ہے جن کا اظہار حضور نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ

" کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر با آوازِ بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریباً من القادیان تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا

قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ حاشیہ)

کشف کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا

محولہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ دیکھا یا فرمایا وہ عالم ظاہر کا معاملہ نہیں ہے بلکہ عالم مثال یعنی کشف کا معاملہ ہے جیسا کہ آپؑ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ

"کشفی طور پر میں نے دیکھا" پھر لکھتے ہیں کہ "یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا"۔ پھر کشفی حالت میں ہی جب آپ کو پتہ لگتا ہے کہ قرآن پاک میں قادیان کا نام بھی لکھا ہے تو آپؑ "بہت تعجب" کرتے ہیں کہ "قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے" گویا کہ کشفی حالت میں آپ اس امر کو عجیب سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک میں قادیان کا نام لکھا ہوا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک کشف تھا سو ایک کشف کو حقیقت پر ہی محمول کرنا کس طرح جائز ہے اب اگر معترضین

کشف کو حقیقت پر ہی محمول کرنے پر اصرار ہے تو پھر انہیں حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس رویاء کو بھی قابلِ اعتراض قرار دینا پڑے گا جس کا قرآن شریف میں یوں ذکر ہے کہ

"اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلاً"

یعنی خواب میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں لڑنے والے کفار کو بہت تھوڑا کر کے دکھلایا حالانکہ وہ مسلمانوں سے یقیناً بہت زیادہ تھے واقع میں کفار ۹۵۰ اور مسلمان ۳۱۳ تھے۔ یا کوئی ہے جو توہینِ صحابہ کا نام لے کر رسول کریم صلعم کے اس کشف پر اعتراض کرے جس میں آپؐ نے جنگِ اُحد کے شہید صحابہ رضؓ کو گائیوں کی شکل میں دیکھا؟ (مسلم باب الرؤیا) تو کیا وہ فی الواقع گائیں تھیں۔ یا کسی میں یہ ہمت ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس رویا کو شرک قرار دے جس میں سورج، چاند اور گیارہ ستاروں سے اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ ہرگز نہیں۔ یا رسول کریم صلعم نے بحالتِ کشف سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے تو کیا واقعی ظاہر میں آپؐ نے سونا پہن لیا تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر کوئی بھی شخص ان رویا اور کشوف کو قابلِ اعتراض قرار نہیں دے سکتا۔ بلکہ یہی کہے گا کہ یہ تعبیر طلب ہیں تو کیوں مخالف لوگ اس سیدھے اور صاف طریق فیصلہ کو قبول نہیں کرتے کہ کشف کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا خود غلطی ہے ؎

"پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار" (مسیح موعودؑ)

انیسواں اعتراض:

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔"
(عرفان الحق صفحہ ۵۵)

یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ قرآن مجید میرے منہ کی باتیں ہیں۔ الہام میں صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف تشریحاً تبدیلی ہوتی ہے جیسا کہ حضور نے جو بذات خود ملہم ہیں اس کی تشریح فرما دی ہے۔

"سوال پیش ہوا کہ الہام الہی یعنے قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (ناقل) میں میرے کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے یعنے کس کے منہ کی باتیں ہیں؟ فرمایا خدا کے منہ کی باتیں اس طرح کے اختلاف ضمائر کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۸ ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات اختلافِ ضمائر کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر آیت "الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ"۔ میں بھی پہلے سب غائب کے صیغے ہیں اور پھر یکدم صیغہ حاضر شروع ہوتا ہے کیا خدا تعالے نے آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ "ہم خدا تیری بندگی کرتے ہیں" ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

قرآن مجید میں اس اسلوب بیان کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ مگر ہم اسی ایک آیت پہ اکتفاء کرتے ہیں۔

بیسواں اعتراض:-

"مرزا کے آنے پر تمام تلوار کے

شیرازی صاحب نے تحریفِ عبارات کی خاطر

جہاد ختم ہو جائیں گے جو اب میرے مرزا کے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی کام نہیں" (عرفان الحق صفحہ ۵۶)

مہارت حاصل کی ہے۔ شاید اس طرح کے طریقۂ کار کو اختیار کرنے سے ان کو اپنے حلقۂ اثر میں خاص طور کی برتری حاصل ہو گی۔ قطع نظر ان کی اس خود پسندی کے مسئلۂ جہاد کی حقیقت کا اظہار کرنا ہی بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ پر یہ ایک بہتانِ عظیم ہے۔ جو تنسیخ جہاد کی نسبت عائد کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک جہاد کے بغیر ایمان بھی کامل نہیں ہو سکتا۔ پس ہم کلیتہً جہاد کے منکر نہیں اور جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے تنسیخ جہاد کا اعلان کیا ہے۔ جہاد تو اسلام کا ایک رکن ہے۔ جو کسی صورت میں بھی ترک نہیں کیا جا سکتا۔ مگر باوجود اس کے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض علماء ازراہ ہی نے جہاد کا قطعاً غلط مفہوم سمجھ رکھا تھا۔ اور اسلام کے نام پر خونریزی فساد۔ غداری۔ ڈاکہ زنی اور غارت گری کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ وہ حرص و طمع نفسانیت اور ذاتی وقار و فوائد کی خاطر مخالفین اسلام کے گلے کاٹنے کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی غلط رہنمائی کر کے اُن کو غازی بننے کا شوق دلا کر اُن سے بندوق۔ پستول سے غیر مسلموں پر فائر کرنے کا نام جہاد رکھتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ اُن امور کو وہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ شاید شیراز کی صاحب بھی انہی قسم کے علماء میں سے ایک ہیں۔ ورنہ اُن کو مسئلہ جہاد پر ہماری نسبت الزام تراشی کی کیا ضرورت تھی۔ بہرحال جہاں تک بعض علماءِ اسلام کے

اختیار کی جہاد کا تعلق ہے۔ کون دیانتدار اور حقیقی مومن ہے جو اس قسم کے جہاد کو قابل نفرت اور لائق مذمت قرار نہیں دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اور کئی کارہائے نما
سرانجام دیئے ہیں وہاں اسلام کی یہ عظیم الشان خدمت بھی کی ہے کہ جہاد کا صحیح مفہوم لوگوں کے ذہن نشین کیا اور اس طرح سے جہاد ص
جہاد کبیر، جہاد بالسیف اور جہاد بالقرآن سب کی حقیقت لوگوں
واضح کر دی۔

جہاد کا لفظ وسیع معنوں پر مشتمل ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاد کفار سے لڑائی نام نہیں اور نہ ہی غیر مسلموں سے لڑا کرنے کو جہاد کہتے ہیں بلکہ کسی کام میں ا
انتہائی قوت خرچ کرنے اور پھر اس کے متعلق پوری کوشش کرنے
جہاد کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا مادہ جُہد اور جَہد ہے جس کے معنے ز
قوت کے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی اپنی کتاب ارشاد الساری فی شر
بخاری میں مرقوم ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

"یعنی جہاد جہد سے نکلا ہے جس کے معنے محنت و مزدوری
کے ہیں یا جہد سے مشتق ہے جس کے معنے زور و قوت
کے ہیں۔" (جلد ۵ صفحہ ۳۲)

اسی طرح لسان العرب جلد ۴ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر، تاج العروس
صفحہ ۳۲۹ اور صحاح وغیرہ کتب لغات کے مطالعہ سے بھی یہی معلو

کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔اسی لئے سوانح احمدی کلاں مؤلفہ منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری میں لکھا ہے کہ

"جنگ کا نام جہاد نہیں ہے جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ گاہے ماہے پیش آتی ہے اور جہاد کو اعلائے کلمۃ اللہ میں کوشش کرنا ہے مدت دراز تک باقی رہتا ہے یہ صرف آپکی غلطی ہے کہ قتال کا نام جہاد رکھا ہے اور ان کوششوں کو جو واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے لوگ کررہے ہیں آپ بے فائدہ اور عبث قرار دیتے ہو۔" (صفحہ ۱۳۱)

علامہ قسطلانی اپنے نفس اور شیطان سے جہاد کرنے کو "اعظم الجہاد" قرار دیتے ہیں۔

(ارشادات الساری صفحہ ۳۱۷ جلد ۵)

قرآن پاک نے بھی وجاھدھم بہ جہادا کبیرا کا حکم صادر فرماکر بہٖ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف کرکے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی تبلیغ و اشاعت کا جہاد ہی جہادِ کبیر ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک غزوہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے فرمایا کہ

"رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر"

یعنے ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر یعنے اشاعتِ قرآن کی طرف واپس آئے ہیں۔"

چنانچہ اس مختصر سی تحقیق [illegible] سے ظاہر ہے کہ جہاد کا مفہوم وہ نہیں جو آجکل کے خشک ملاں سمجھتے ہیں یعنی تلوار ہاتھ میں لی اور دشمن کا سر کاٹ دیا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اپنی خداداد ذمہ داری کو ملحوظ رکھ کر ار[illegible] فرمایا ہے کہ

"مجھے تعجب ہے [illegible] کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں [illegible] کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم [illegible] بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔"

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۱-۱۲)

پھر فرماتے ہیں کہ

"موجودہ طریق غیر مذہب لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں۔ یہ شرعی جہاد نہیں ہے۔ بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۷)

چونکہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اپنی معرفت کی نگاہ سے دیکھا تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد کا غلط مفہوم لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے گا اور ضرورت ہوگی کہ نہایت سختی سے اس غلطی کا ازالہ کیا جائے پس آنحضور نے جس طرح یکسر صلیب میں مسیح موعود کا یہ کام قرار دیا تھا کہ وہ کسر صلیب

کرے۔ اسی طرح "یضع الحرب" فرما کر آپ نے اس حقیقت کو بھی
اظہر من الشمس کر دیا کہ مسیح موعود کا کام بھی یہ ہے کہ لڑائیوں کا خاتمہ کرے
یعنی ان غلط خیالات کا قلع قمع کرے جن کے ہوتے ہوئے لڑائیوں
کا ہر وقت احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اسی بنا پر فرمایا
کہ:۔

"ہائے افسوس کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو
برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کلمہ یضع الحرب جاری
ہو چکا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود جب آئے
گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کرے گا اور اسی کی طرف اشارہ
اس قرآنی آیت کا ہے حتی تضع الحرب اوزارھا۔"
(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۷)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ
ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم
نہیں رہا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائیگا
تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ
مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے
گا مگر اس کی دعا کا حربہ ہو گا اور اس کی عقد ہمت اس
کی تلوار ہوگی وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر

کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا۔" (صفحہ ۷)

پھر صحیح بخاری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

"صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئیگا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہے وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔" (ر صفحہ ۱۸)

اپنے منظوم کلام میں بھی یہی کہتے ہیں کہ ؎

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ!
عیسیٰ مسیح کر دے گا جنگوں کا التوا
اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
(درثمین)

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اگر اپنی جماعت کو قطعی طور پر سیفی جہاد یا جھگڑا فساد سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور صلح و آشتی۔ دنیا کا جذبہ عطا کیا ہے تو یہ تمام وہ اپنے پیارے آقا و مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی ہی پیروی میں بحیثیت ایک نائب رسول و

مسیح الزمان کہہ دیا ہے چونکہ مسیح موعودؑ کا کام یحیی الدین و یقیم الشریعۃ ہے لہٰذا مولویوں کی غلطیوں اور ان کی اختراعی شریعت کو طشت از بام کر کے حقیقی اسلام سے دنیا کو آگاہ کرنا آپ کا فرض اور ان کی ڈیوٹی تھی اور یہی قرآن حدیث کا بھی منشا ہے اور اس بارہ میں کتب سیر تفاسیر میں ہزاروں ثبوت مل سکتے ہیں۔ وعند الطلب پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعودؑ اپنے خدا داد مرتبہ و عظمت کی ذمہ داری کے پیش نظر ببانگ دہل ہدایت فرماتے ہیں کہ:-

"آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلعم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔"

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح صفحہ ۵)

"چونکہ موجودہ زمانہ اور اس ملک میں جہاد کی وجوہ معدوم ہیں اس لئے مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ دین کے لئے جنگ کریں اور اس شخص کو قتل کریں جو شرع متین کا انکار کرے کیونکہ علماء نے بھی صراحتاً

بتا رکھا ہے کہ امن و مصالحت کے زمانہ میں جہاد حرام ہو گیا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰)

"جہاد کی سنت اس زمانہ میں اس لئے اٹھا لی گئی ہے کہ اب جہاد کے اسباب باقی نہیں اور نہیں حکم ہے کہ کافروں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ وہ ہم سے کرتے ہیں اور ہم اس وقت تک اُن پر ہرگز تلوار نہ اٹھائیں جب تک کہ وہ ہمیں تلوار سے قتل نہ کریں۔"

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹)

چونکہ قرآن و حدیث و اقوال بزرگان دین و تعلیم حضرت مسیح موعودؑ سے واضح ہو گیا ہے کہ صحیح اسلام کی تعلیم ہر قسم کے جنگ و جدال سے منع کرتی ہے سوائے اس کے کہ مخالفین کی طرف سے جنگ ہو۔ پس جماعت احمدیہ اپنے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے جملہ احکام کی پیروی میں ہر قسم کے فتنوں اور فسادوں میں حصہ لینے سے اجتناب کرتی ہے کیونکہ فی زمانہ جبکہ کسی ایک فرقہ کو اس کی مذہبی مراسمات پر کوئی پابندی حکومتِ وقت کی طرف سے عائد نہیں ہے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ امور کی ادائیگی میں نہ صرف پوری آزادی ہے۔ بلکہ گورنمنٹ اپنے سیکولر نظام کے ماتحت امور دینی کی انجام دہی کے لئے مالی وغیرہ تعاون بھی دیتی ہے۔ تو پھر ہم کس آیت قرآنی کے تحت جہاد کو روا رکھ سکتے ہیں؟ پھر جبکہ بزرگان دین و ائمہ متقین نے ہوسِ ملک گیری کی جنگ کو بجائے جہاد کے قتال نام قرار دیا ہے اور جماعت احمدیہ کو یہ مسلّم ہے۔ پس اگر شیرازی صاحب یا ان

کی جماعت کے نزدیک اتنی وضاحت کے بعد بھی ہم جہاد کے منکر ہیں تو وہ پہلے اپنے گھر کی خبر لے کر اپنے ہی قومی رہبر سید علی الحائری کا ہی جواب طلب کریں کیونکہ وہ بقول اہلِ تشیع کے مسلمہ "مجتہد شمس العلماء" ہیں لہٰذا وہ کس شریعت اور اسلامی تعلیم کے تحت اسی گورنمنٹ کی تعریف میں رطب اللسان اور آپ شیعوں کو ان کی پوری وفاداری کا حکم دیتے ہیں جس گورنمنٹ (یعنی برطانوی حکومت) کے خلاف جہاد نہ کرنے کا الزام حضرت مرزا صاحب کے خلاف لگایا گیا ہے کیا یہ وہ کرامت نہیں ہے کہ جس مسئلہ کی صحیح توضیح پر آپ کے اور اہلِ احناف کے علماء نے حضرت مرزا صاحب کو مورد الزام قرار دے کر فتویٰ کفر دیا تھا۔ آج .... آپ کے مسلمہ "مجتہدین" تک کو بھی زیر بحث مسئلہ کی وہی توضیح کرنی پڑی۔ اور اس طرح سے حضورؑ کے علم کلام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور اس طرح سے یہ بھی امام زمان و مہدی دوراں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا زندہ نشان بن گیا۔

کرامت اگرچہ بے نام و نشاں است

بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

چنانچہ آپ کے مجتہد صاحب "السید علی الحائری" اہلِ تشیع کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ

"آپ بہت ہی ناخوشگزار ہوں گے اگر آپ اس کا اعتراف نہ کریں کہ ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی عدالت اور انصاف پسندی کی مثال اور نظیر دنیا کی کسی اور

سلطنت میں نہیں مل سکتی فی الواقع بادشاہِ وقت کے
حقوق میں ایک اہم حق یہ ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ
کے عدل و انصاف کی شکر گذاری میں ہمیشہ رطب
اللسان رہے اس میں بھی حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی تاسی مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپ نے بھی
نوشیروان عادل کے عہدِ سلطنت میں ہونے کا ذکر
مدح اور فخر کے رنگ میں بیان کیا ہے اس لئے
ضروری ہے کہ حضور کی تاسی میں مسلمان اس
مبارک مہربان منصف اور عدل گستر برطانیہ عظمے
کی دعاگوئی اور شت رجوع کریں اور ان کے احسانوں
کے شکر گذار رہیں۔

غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے
لئے کیونکر بے خوف وخطر پوری آزادی کے ساتھ
آج ہر میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو اور
کس طرح ریل، تار، اور دیگر ہر قسم کے سامان جس
سے تبلیغ کی مشکلات میں بہت کچھ آسانیاں ہو گئیں اسی
مبارک اور مسعود عہد میں ہمیں میسر آئے ہیں جو پہلے کبھی
کسی حکومت میں موجود نہ تھے اسی ہندوستان میں
گذشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی
کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہیں کہہ سکتے
تھے اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور حلال چیزوں
کو کھانے سے روکا جاتا تھا کوئی باقاعدہ تحقیقات

نہ ہوتی تھی۔ مگر یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہندوستان میں
اسی مبارک و مہربان سلطنت کے تحت عدالت و انصاف
ہیں کہ وہ ان تمام عیوب اور خود غرضیوں سے پاک ہے جس کو
مذاہب کے اختلاف سے کوئی بھی اعتراض نہیں ہے اور جس
کا قانون ہے کہ سب مذاہب آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی
فرائض کو ادا کریں لہذا اس سلطنت (برطانیہ عظمیٰ) کے
وجود و بقا اور قیام و دوام کے لئے تمام احباب دعا کریں
اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام اور خاص کر شیعوں
کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے ہمیشہ صدق دلی
سے شکر گذار ہوں۔ اور اس کے ساتھ دل سے وفادار
رہنا اپنا شعار بنائیں اور اس کے خلاف جلسوں اور مظاہروں
میں شریک اور معین ہونے سے قطعاً احتراز کریں۔"
(۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء "مواعظہ تقیہ" صفحہ ۳-۷۲ بار سوم
شائع کردہ منیجر کتب خانہ حسینیہ تلقہ ۷۲۔ زدن ۸ محلہ
شیعیان لاہور۔ بحوالہ رسالہ الفرقان جون و جولائی ۱۹۶۹ء)

اب شیرازی صاحب از روئے انصاف جواب دیں کہ محولہ بالا
کلمات میں اگر تقیہ کا التباس نہیں ہے تو پھر ان مربوط و مبسوط الفاظ سے
کہ حضرت مرزا صاحب نے وہ کونسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن
نتیجہ میں تمام فرقہ ہائے اسلام مع اہل تشیع نے یکجان ہو کر اسی مسئلہ
بحث کے پیش نظر تنسیخ جہاد کے الزام میں فتوے کفر صادر کیا اور
کہا۔ حضور نے بھی تو از روئے شریعت ہی حکومت وقت کی وفاداری

اور اس کے احکام کی پیروی کو فرضِ عین سمجھ کر اپنی غیر معمولی ذمہ داری کا ذریعہ ادا کرتے ہوئے یہی فرمایا تھا کہ

"شریعتِ اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور یہ جہاد کرنا جس کے زیرِ سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں ...... قطعی حرام ہے۔"

(براہینِ احمدیہ حصہ سوم ٹائیٹل پیج صفحہ ب مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

چنانچہ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت مرزا صاحبؑ نے ازروئے فرمانِ الٰہی یحیی الدین ویقیم الشریعۃ کے تحت مسلمانوں کی دیرینہ غلطی کی اصلاح کا بیڑا ۱۳۰۲ھ میں اٹھایا۔ تو اس کی تقلید میں اہلِ تشیع کے مجتہد علی الحائری نے ۱۹۲۳ء میں اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ جس طرح نبی اکرم صلعم نے نوشیروانِ عادل کے عہدِ سلطنت میں ان کی مدح و ثنا کی ہے۔ اسی طرح تم بھی کرو۔ گویا حضورؐ کی طرح اس کو شرعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ پس شیرازی صاحب کو باثبات بالا یہ ایمان لانا چاہیئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ نے مسئلہ جہاد میں مطابق شریعت جو حدود کی پابندی لگا رکھا ہے اس کا احترام کرنا ضروری ہے!! ؎

"پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا"

(مسیح موعودؑ)

اکیسواں اعتراض!!

میاں محمود کے فتوے کے مطابق | زیرِ بحث تحت حاشیہ حوالہ کو میں نے اس

کل امت محمدیہ مردود ہے
از مدثر شاہ" صفحہ ۵ ۔

اخیر پر لکھا تھا کہ یہ اعتراض بلاحوالہ معترض نے درج کیا ہے ۔ چونکہ شیرازی صاحب کو بذاتِ خود کسی بات کا شاید ہی علم ہو ۔ مگر شیعہ پاکٹ بک کی ہو بہو نقل کرتے ہوئے میرے خیال میں وہ خود بھی پریشان ہوئے ہوں گے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں ۔ میرے خیال میں مدثر شاہ صاحب غیر مبائع تھے اور شاید شیعہ پاکٹ بک والے کو اُن کی کسی تالیف سے اس قسم کا کوئی جمع کردہ بے معنی مواد مل گیا ہو ۔ میرے نزدیک سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا کلام نہیں ہو سکتا کہ اُنہوں نے بھول کر بھی "کل امتِ محمدیہ کو مردود کہا ہو" البتہ یہ ضرور ہے کہ اُن کے نزدیک مسیح موعود کا منکر کافر ہے ۔ کیونکہ حسب ارشاد مسیح موعود مہدی زمان کا انکار نبی کریم صلعم کا انکار ہے ۔ لہذا وہ کافر ہے ۔ چونکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ذاتِ گرامی ہی فی زمانہ ان تمام دعاوی کی مصداق ہے ۔ جس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے لہذا اس صورت میں یہ آپ کو بھی مسلم ہے جیسا کہ شیعہ کتب سے ظاہر ہے کہ

" عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اِنَّ الْجَاحِدَ لِصَاحِبِ الزَّمَانِ
کَالْجَاحِدِ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَسَلَّمَ فِیْ اَیَّامِہٖ " کتاب الروضۃ صفحہ ۹ خطبۃ الوسیلہ

یعنی امام جعفر سے روایت ہے کہ امام وقت سے انکار کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے زمانہ میں انکار کرنے والا اسی طرح سے اصول کافی کی ذیل کی روایت سے ظاہر ہے کہ

"عَنْ ابْنِ اُذَیْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَحَدِهِمَا اَنَّهُ قَالَ لَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مُؤْمِناً حَتّٰی یَعْرِفَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ..... وَاِمَامَ زَمَانِہٖ وَیَرُدُّ عَلَیْہِ وَیُسَلِّمُ لَہٗ"

(اصول کافی کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام)

یعنے ابن اذینہ کہتے ہیں کہ ہم سے کئی شخصوں نے امام باقرؒ سے یا امام جعفرؒ روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک خدا کریم اور اپنے وقت کے امام کو نہ جانے اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو سلام نہ کرے"۔

لہذا مندرجہ ہر دو حوالہ جات میں امام الزمان ؑکے منکر کی کوئی ضمانت نہیں ہے لہذا اگر وہ مومن نہیں ہے تو کافر ضرور ہے۔ لہذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضا اپنے دعوے میں کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب ہی امام الزمان اور مہدی دوران ہیں۔ لہذا حسب ارشاد نبی کریم صلعم مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃَ الْجَاہِلِیَّہ ہے۔ اگر کسی شخص کو حضورؑ کے امام الزمان ہونے سے انکار ہے تو وہ ہمارے پاس آکر اپنی تشفی کرا سکتا ہے۔

میں بفضلِ تعالےٰ آج پورے ایک ماہ کی رات دن کی کدو کاوش کے بعد شیرازی صاحب کی تالیف کے جواب سے فارغ ہوا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ قارئین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد حق شناسی کا ثبوت دینے میں ذرا بھی تامل نہیں فرمائیں گے۔ والسلام

"ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا"

(مسیح موعودؑ)

مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم ۔ حوالت بخدا کردیم و رفتیم

خاکسار محمدؐ صدیق ثانی

۲۰ / ۱۱ / ۶۶

تتمہ کتاب "مراۃ الحق"

زمانۂ ظہور امام مہدی کی تعیین

میں اپنی تالیف "مراۃ الحق" کو اپنی طرف سے مکمل کر کے مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان سے اس کے پروف وغیرہ ملاحظہ کرا کر کاتب صاحب کے سپرد کر چکا تھا کہ مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعتہائے احمدیہ جموں نے اپنی اس تجویز کا اظہار فرمایا کہ "جہاں آپ نے اپنی تالیف میں معترض کے مایۂ ناز اعتراضات کے مبسوط و مدلل جوابات دے کر مخالفین کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرا دیا ہے وہاں اگر اس کے ساتھ ہی تتمہ کے طور پر صداقت مسیح موعودؑ اور حضور علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر مشتمل چند اوراق کا اضافہ کر دیا جاوے۔ تو خالی از فائدہ نہ ہوگا"

لہٰذا میں مکرم بابو صاحب موصوف کی اس ہمدردانہ تجویز کو مناسب حال سمجھتے ہوئے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر چند پیشگوئیوں کو اختصاراً درج کرتا ہوں۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس ناچیز کی اس کوشش کو بارآور کرے۔ اور بہت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے۔

سب سے اول محققین پر لازم آتا ہے۔ کہ شارع عام مخبر صادق حضرت

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم و بزرگان سلف نے ظہور مسیح و مہدی کا کوئی زمانہ بھی تعیین فرمایا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ زمانے کی تعیین کے مطابق جو دعویدار کھڑا ہے تو کیا بلحاظ ضرورتِ زمانہ دعویدار کی تصدیق بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اسی کلیہ کے تحت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے اس دعوے میں صادق ہونے کی کہ "میں ہی مسیح موعود ہوں" آنحضرت صلعم اور بزرگانِ سلف کے تعیین کردہ زمانہ کی رُو سے چند پیشگوئیاں پیش کرتا ہوں۔ تا معلوم ہو کہ آپ کا دعویٰ بر وقت اور تعیین شدہ زمانہ کے مطابق ہے جس کے لئے پہلے ہی دنیائے اسلام نہایت بے تابی سے منتظر تھی۔

پہلی پیشگوئی چنانچہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ترمذی جلد دوم میں مرقوم ہے کہ:-

"خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ"

یعنے میری صدی تمام صدیوں سے بہتر ہے پھر اُن کی جو اُن کے نزدیک ہوں گے پھر جو اُن کے نزدیک ہوں گے" اور یہ تین صدیاں بنتی ہیں۔ ان کو ایک ہزار میں جمع کریں تو تیرہ سو سال بنتے ہیں اور حقیقت میں یہ حدیث شریف اس آیۂ کریمہ کی تشریح ہے کہ

"یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ...... الخ (سورہ سجدہ) یعنے "وہ اُس امر (اسلام) کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ اُس کی طرف چڑھ جائے گا۔ ایک دن میں جس کا اندازہ

ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم گنتے ہو۔ یہ پوشیدہ اور حاضر کو جاننے والے (خدا) کی طرف سے ہے (جو) غالب رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیۂ کریمہ میں صاف طور پر امر اسلام و ایمان کے ایک ہزار برس تک محکم و مضبوط کرنے کا ارشاد ہے پھر اسلام پر ضعف آنے کی طرف "ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ" میں اشارہ ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ مندرجہ صدر حدیث کی تین صدیاں ملائی جائیں تو اس پیشگوئی کے تحت تیرھویں صدی تک تنزل آنا شروع ہوگا اور وہ اندرونی اور بیرونی فتنوں کا تختۂ مشق بنا رہے گا۔ پھر عالم الغیب خدا اس کی مضبوطی کی تدبیر کرے گا۔

دوسری پیشگوئی

چنانچہ اہل تشیع کی معتبر کتاب غایۃ المقصود جلد دوم صفحہ ۸۱ پر آیت قرآنی "وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ" کی تشریح میں بعض عارفین کا قول یوں درج ہے کہ

> "مراد از ہزار سال ان شاء اللہ تعالےٰ قوت سلطان شریعت است تا تمام شدن ہزار آنگاہ شروع میکند در اضمحلال تا آنکہ میگردد دین غریب چنانچہ در ابتدائے بودہ مے شود و اوّل این اضمحلال از گذشتن سی سال از قرن یازدہم در آں وقت مترقب است خروج مہدی علیہ السلام"

یعنے ایک ہزار سال سے مراد شریعت کے غلبہ کی قوت ہے ایک ہزار سال گذرنے پر دین اسلام میں کمزوری آنی شروع ہو گی

یہاں تک کہ آخر کار بہت کمزور اور غریب ہو جائے گا اور اس کمزوری کی ابتدا گیارہویں صدی سے تیس سال گذرنے پر شروع ہوگی اُن وقت سے مہدی علیہ السلام کے مبعوث ہونے کا انتظار شروع ہوگا"

تیسری پیشگوئی اسی طرح ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ" (رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ باب الساعۃ)

یعنے نشانات دو سال بعد ظاہر ہونگے"۔ اس حدیث شریف کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ اللَّامُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَھُوَ وَقْتُ ظُھُوْرِ الْمَھْدِیْ۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیہ صفحہ ۱۷۲)

کہ اَلْمِائَتَیْن کے لفظ پر جو اَلْ ہے اسے مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس کے بعد دو سو سال گذرنے پر یہ نشانات ظاہر ہوں گے اور یہی مہدی کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ یعنی تیرھویں صدی میں مہدی کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ۱۲۹۰ھ سے جو کہ چودھویں صدی کا سر ہے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ منصب مہدویت کے علاوہ آپ ہی چودھویں صدی کے مجدد بھی ہیں۔ جیسا کہ متعدد روایات سے ظاہر ہے۔

چوتھی پیشگوئی کتاب حجج الکرامہ جو کہ ۱۲۹۱ھ یعنے مہدی علیہ السلام کے وقت

کے ظہور کے ساتھ ہی تالیف ہوئی ہے اس میں نواب صدیق حسن خاں صاحب آف بھوپال نے بھی دو سو سال بعد نشانات ظاہر ہونے والی مختلف حدیثیں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مراد باین دو صد سال از الف ہجرت بود چنانکہ بعض از اہل علم تاویل ظہور الآیات بعد المائتین ہمچنیں کردہ اند" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۳)

یعنی دو صد سال سے مراد ہجرت کے ایک ہزار سال بعد کا ہے جیسا کہ بعض اہل علم نے اس حدیث "بعد المائتین" کی تشریح میں یہی کہا ہے۔"

پانچویں پیشگوئی | پھر اسی حجج الکرامہ کے صفحہ ۵۲ پر مرقوم ہے کہ:-

"وبر ہر تقدیر ظہور مہدی بر سر صد آئندہ احتمال قوی دارد"

یعنی ہر انداز سے کے مطابق مہدی کے چودھویں کے سر پر ظاہر ہونے کا قوی احتمال ہے۔" چنانچہ بفضل تعالےٰ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ مگر افسوس کہ اکثر لوگوں نے اس کو شناخت نہیں کیا۔ اس کی مزید تصدیق اسی کتاب میں بدیں الفاظ آگے چل کر ملتی ہے کہ۔

(ب) "و بر سر مائۃ چہار دہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است اگر ظہور مہدی و نزول عیسیٰ صورت گرفت پس ایشان مجدد و مجتہد باشند" یعنی چودھویں صدی کے سر پر جس کے آنے میں ابھی کامل دس سال باقی ہیں اگر مہدی و مسیح کا ظہور و نزول ہو گیا

تو وہی مجدد و مجتہد ہوں گے۔" پھر اپنے اس بیان پر حضرت مشائخ اسلام و اہل علم اصحاب کی پیشگوئیوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(ج) "بعض از مشائخ و اہل علم گفتہ کہ خروج او لجد دوازدہ صد سال از ہجرت میشود۔ از پانزدہ صد تجاوز نہ کند"
(صفحہ ۲۹۴)

یعنی بعض مشائخین اور اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا خروج بارہ سو سال ہجری کے بعد ہوگا اور تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گا۔"

بلکہ حضرت نواب صاحب موصوف کو ان بزرگان سلف و مشائخین دین متین کے اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے اپنی اس کتاب صفحہ ۴۴۹ میں یہاں تک لکھ دیا کہ

(د) "ایں بندہ حرص تمام دارد۔ کہ اگر زمانہ حضرت روح اللہ سلام اللہ علیہ را دریابم اول کسے کہ ابلاغ سلام نبوی کند من باشم"
یعنے یہ بندہ بڑی خواہش رکھتا ہے کہ اگر میں حضرت روح اللہ (عیسیٰ) کا زمانہ پاؤں تو پہلا شخص جو آنحضرت صلعم کا سلام انہیں پہنچائے۔ میں ہوں۔"

چھٹی پیشگوئی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کی تاریخ لفظ "چراغ دین" سے نکالی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "گویند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تاریخ ظہورِ او در لفظ چراغ دین یافتہ بحساب

جملی عدد سے یک ہزار و صد و شصت و ہشت میشود۔"

(نجم الکرامہ صفحہ ۲۴۹)

چنانچہ یہ تاریخ الفاظ کے عدد کے حساب سے بارہ سو اٹھاسٹھ ۱۲۶۸ بنتی ہے یعنی تیری صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا تقریباً سر ہوتا ہے۔

ساتویں پیشگوئی | یہ مرقوم ہے کہ "قاضی ثناء اللہ پانی پتی در سیف مسلول گفتہ ظہور او بتعلق و تخمین علماء ظاہر و باطن در اوائل صد سیزدہم از ہجرت گفتہ اند۔" (در صفحہ ۲۴۹)

یعنی قاضی ثناء اللہ صاحب، پانی پتی نے اپنی کتاب سیف مسلول میں فرمایا ہے کہ امام مہدی کا ظہور علماء ظاہر و باطن کے اندازہ اور خیال کے مطابق تیری صدی کی ابتداء ہے۔"

آٹھویں پیشگوئی | النجم الثاقب میں علامہ عبد الغفور صاحب ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں آنیوالے موعود کا زمانہ بارہ سو چالیس برس گذرنے کے بعد مذکور ہے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عَنْ حُذَيْفَةَ ابْنِ يَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَ مِائَتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللّٰهُ الْمَهْدِيَ۔"

(النجم الثاقب جلد ۲ ص ۲۰۹)

یعنی حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ۱۲۴۰ برس بعد ہجرت گذر جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدیؑ کو بھیجے گا۔"

نویں پیشگوئی | حافظ برخوردار صاحب مشہور اہل اللہ عالم حدیث و فقہ

اپنی مشہور کتاب "[illegible]" میں فرماتے ہیں کہ

"[illegible] ہزار دے گذرے تہے سو سال
ظاہر [illegible] ہوسیا کرسی عدل کمال"

دسویں پیشگوئی | اربعین فی احوال المہدیین مصنفہ حضرت سید اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ۱۲۶۸ھ کے آخر میں لکھا ہے کہ

"اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ بعد بارہ سو ہجری کے حضرت مہدیؑ کا انتظار چاہیے اور شروع صدی میں حضرت کی پیدائش ہے۔"

گیارہویں پیشگوئی | مولوی حکیم محمد حسن صاحب مرحوم رئیس امروہہ نے بھی کواکب دریہ ص ۱۵۵ میں مہدی علیہ السلام کے آنے کا زمانہ ۱۳۰۰ھ لکھا ہے۔

بارہویں پیشگوئی | ابوالخیر نواب نورالحسن خانصاحب ابن نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب مرحوم "اقتراب الساعۃ" ص ۲۲۱ میں لکھتے ہیں کہ

"اب چودھویں صدی ہو رہی ہے کہ یہ آئی ہے اس صدی سے اس کتاب کو لکھنے تک چھ مہینے گذر چکے ہیں شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل اور رحم و کرم فرماتے ہیں۔ چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں۔"

اسی طرح امتِ محمدیہ کے بہت سے مشائخ اولیاء اور محقق علما

قرآن مجید و احادیث نبویہ اور اپنے کشوف وغیرہ پر غور کر کے اسی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسیح موعودؑ و امام مہدیؑ کا ظہور تیرھویں صدی میں اور زیادہ سے زیادہ چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور اسی زمانے میں بعض لوگوں نے مہدی و مسیح موعودؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری بھی دی ہے۔

ایک بزرگ گلاب شاہ نامی کا انکشاف

چنانچہ جمال پور لدھیانہ کے ایک بزرگ گلاب شاہ نامی ہیں جن کے خوارق اپنے علاقہ میں بہت مشہور ہیں (مؤلف "عرفان الحق" نے از راہِ عدادت ان پر پھبتیاں بھی اڑائی ہے) انہوں نے بھی چند لوگوں کے سامنے اپنا یہ کشف بیان کیا تھا جن میں سے ایک کریم بخش نامی پرہیزگار موحّد معمر سفید ریش نے حضرت مسیح موعودؑ کے روبرو نہایت جوش رقّت سے بچشم پُر آب ہو کر کئی جلسوں میں چودھویں صدی سے کل آٹھ برس گذر رہے ہوتے تھے یہ گواہی دی تھی کہ:

> "مجذوب گلاب شاہ نے آج سے تیس برس پہلے جبکہ حضور کی عمر تیس سال کی ہوگی جبکہ حضور نے دعویٰ بھی نہیں کیا تھا) یہ خبر دی تھی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ تو پیدا ہو گیا ہے اور وہ قادیان میں ہے" بلکہ یہاں تک فرمایا کہ "وہ جھوٹی تفسیروں کا جھوٹا ہونا ثابت کرے گا تب اس پر بڑا شور ہوگا اور تم دیکھو گے کہ مولوی لوگ کیسا شور مچائیں گے"۔ (تفصیل کے لئے دیکھو نشان آسمانی ص ۲۱ تا ۲۵)

کوٹھے والے بزرگ صاحب کا انکشاف

اسی طرح ان بڑے بزرگوں میں سے ایک حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے

پیر و مرشد حضرت صاحب کوٹھے والے بزرگ ہیں جن کے متعلق مولوی حمید اللہ صاحب ملائے سوات نے لکھا ہے کہ

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھے والے ایک دو سال اپنی وفات سے پہلے ۱۲۹۴ھ یا ۱۲۹۳ھ میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک معارف و اسرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ مہدی معہود کا تذکرہ درمیان میں آگیا تو فرمانے لگے کہ

"یہ مہدی پیدا شوی دے اسے وقت و ظہور ندے"

یعنے مہدی پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضرت موصوف نے سلخ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۲۵ و ۲۸)

پیر صاحب العلم جھنڈے والے کا انکشاف

سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی نے ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء میں اردو اخبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ پڑھ کر پیر جھنڈے والے صاحب سے بذریعہ خط علفاً استفسار کیا کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب؟ پیر صاحب نے تحریری جواب دیا جس کا مفہوم یوں ہے کہ

(۱) "بحالتِ کشف میں نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو سوال کیا کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا "از ما است" (یعنی ہماری طرف سے ہے)

(۲) ایک دن خواب میں ہم نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو ہم نے سوال کیا کہ حضور! مولویوں نے اس شخص پر کفر کے فتوے لگائے ہیں

اور اس کو جھٹلاتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"در عشق با دیوانہ شدہ است"

(۲) اسی طرح فرمایا کہ ہم اپنے خاندانی و سلسلہ کے دستور کے مطابق ایک دن جب تہجد پڑھ کر کروٹ پر لیٹے تو کچھ غنودگی طاری ہوئی اور آنحضرت صلعم تشریف فرما ہوئے تو ہم نے آپؐ کا دامن پکڑ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اب تو ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے دیدیئے ہیں۔ تو آپؐ نے بڑے جلال میں تین بار دہرا کر فرمایا کہ "ھُوَ صَادِقٌ۔ ھُوَ صَادِقٌ۔ ھُوَ صَادِقٌ" (یعنے وہ سچا ہے۔ وہ سچا ہے۔ وہ سچا ہے)

یاد رہے کہ اُس وقت پیر صاحب موصوف کے کاٹھیاواڑ۔ اور بمبئی میں دو لاکھ مرید تھے۔

اگرچہ اس قسم کی پیشگوئیوں اور شواہد و کشوف سے کتب و سیر بھری پڑی ہیں جن کے اظہار کی اس رسالہ میں گنجائش نہیں ہے تاہم مشتے از خروارے کے نمونہ پر میں نے صرف بارہ پیشگوئیاں اور تین بڑے بزرگوں کی شہادتیں درج کر دی ہیں۔ ان کی روشنی میں کوئی سعادتمند شخص تعیین زمانہ کے اعتبار سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی صداقت کے انکار کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اِلّا ازلی بدبخت ہی جملہ پیشگوئیوں کو پس پشت ڈال کر ابوجہل کی متابعت کا ثبوت دے کر خسر الدنیا و الآخرۃ کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرا سکتا ہے۔ کیونکہ مندرجہ صدر حوالجات سے نمایاں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی علیہ السلام کا آخری زمانہ تیرھویں صدی کی انتہاء ہے بلکہ بعض اقوال سے تیرھویں

صدی میں مہدی کی پیدائش اور دعویٰ ثابت ہے۔

تاریخ پیدائش و دعویٰ مہدی زمان

چنانچہ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش بمقام قادیان بروز جمعۃ المبارک ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء ظہور میں آئی۔ ہے اور یوم پیدائش سے پورے چالیس سال بعد سنتِ انبیاء علیہم السلام کے مطابق ۱۲۹۰ھ کو اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے شرفِ مکالمہ و مخاطبہ شروع ہوا۔ جیسا کہ حضورؑ کا خود ارشاد ہے کہ

"یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالےٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عاجز شرفِ مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹)

اور یہ دانیال نبی کی اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے!

"اے دانی ایل تو اپنی راہ چلا جا۔ کہ یہ باتیں آخر کے وقت تک سربمہر رہیں گی۔ اور بہت لوگ پاک کئے جائیں گے۔ .... اور آزمائے جائیں گے۔ لیکن شریر شرارت کریں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر دانشور سمجھیں گے اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی ...... ایک ہزار دو سو نوّے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے"۔

(دانی ایل باب ۱۲۔ آیت ۹ تا ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام اور کلام سے مشرف کیا" (تریاق القلوب ص۶۸)

پس یہی وہ زمانہ تھا جس میں نوشتۂ تقدیر نے روزِ اول سے ہی ایک عظیم الشان مامور کی بعثت قرار دی تھی۔ پس اسی کے مطابق عین وقت پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سرزمین قادیان سے نہایت ہی بے کسی و بے بسی کے عالم میں مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ فرماکر دنیا کے کناروں تک اپنے پیش کردہ حقیقی اسلام کو شہرت دی اور قولاً و فعلاً اپنے اس دعویٰ پر مہر ثبت کر دی کہ "میں ہی وہ مسیح موعود و مہدی معہود ہوں" جس کا ذکر قرآن و احادیث میں ہے اور جو پیشگوئیاں انبیاء کرام و بزرگان سلف سے ظہور میں آئی ہیں وہ میری صداقت کے لئے دلائل ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا ارشادِ گرامی ہے کہ :

"خدا کے مامورین کے آنے کے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۳)

پھر ارشاد فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا" (مسیح موعودؑ)

چنانچہ جب حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے

۱۸۸۹ء میں بحکم الٰہی لوگوں سے بیعت لینا شروع کی تو آپ سے بیعت کرنے والوں کی شدید مخالفت ہوئی۔ مگر اُن کی استقامت میں کوئی بھی فرق نہیں آیا۔ اور فرق بھی کیسے آتا! جبکہ قرآن مجید انبیاء اور ان کے معتقدین کی مخالفت کے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی اس پیشگوئی کہ :-

وَاِذَا خَرَجَ ھٰذَا الْاِمَامُ الْمَھْدِیُّ فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَاءُ خَاصَّۃً۔

کہ جب امام مہدی نکل کھڑے ہوں گے تو سوائے علماء کے ان کا کوئی کھلم کھلا دشمن نہیں ہوگا۔" (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۷)

اکثر علماء کہلانے والوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے معتقدین کے خلاف حد سے زیادہ ہنگامہ برپا کیا۔ ان بے چاروں پر مصائب کے زلزلے آئے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں مگر وہ ایک غیر متزلزل مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔ قوموں نے ان سے ہنسی اور ٹھٹھا کیا بعض کو نہایت بے دردی سے شہید کیا گیا۔ بعض کا بائیکاٹ کیا گیا۔ بعض کو سر بازار زدوکوب کیا گیا اور بعض پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ بعض کی بیویوں کو مطلقہ قرار دے کر ان کی دوسری جگہ شادیاں کرائی گئیں۔ بعض کو قبرستانوں میں دفن کئے جانے سے انکار کیا گیا۔ بلکہ بعض احمدی بچوں کو دفن نہیں کرنے دیا گیا۔ غرض کوئی ایک حربہ نہ رہا جو پہلے زمانوں میں مخالفین حق نے سچوں کے مقابلہ میں استعمال کیا اور وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ان کے ماننے والوں کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ مگر مخالفین کے شدید مظالم کے

باوجود جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی اور شب و روز ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔

چنانچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزار ہا پیشگوئیوں میں سے صرف دو پیشگوئیاں کا اس موقعہ پر ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت مسیح موعودؑ کے عزت و اقبال اور دشمن کی ناکامی و نامرادی اور آپؑ کی ذریت اور آپ کی جماعت کی ترقی سے متعلق ہیں۔

پہلی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس دن تک ہوشیارپور میں اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور تضرع سے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبولیت کا جامہ پہناتے ہوئے آپؑ کو پسر موعود کی خبر دی جس کی نسبت فرمایا کہ

"وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔"

یہ پیشگوئی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود میں پوری ہوئی ہے۔ جو محتاج تشریح نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی فتح اور آپؑ کے غلبہ اور آپ کے دشمنوں کے تنزل اور انحطاط اور ناکامی و نامرادی اور آپؑ کی نسل کے بکثرت ہونے اور آپؑ کے دشمن رشتہ داروں کے مقطوع النسل ہونے کی زبردست پیشگوئیاں فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دیکر فرمایا کہ

"تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤنگا

اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائینگے اور اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کریگا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائینگے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلا دے گا۔"

دوسری پیشگوئی حضور کے عزت و اقبال کے متعلق

"تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے اور ایسا ہوگا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے ہیں اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مرینگے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبتوں کا گروہ بھی

بڑھاؤں گا۔ اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور اُن میں برکت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا اُنہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے ...... اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

اے منکرو! اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کرسکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے"۔

(تذکرہ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

یہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں آپ نے شائع فرمائیں نیز ضمیمہ اخبار "ریاض ہند" مورخہ یکم جنوری ۱۸۸۶ء میں بھی شائع ہوئیں یاد رہے ۱۸۸۶ء وہ زمانہ ہے جبکہ آپ کو نہ کیح

موعود ہونے کا دعوے تھا اور نہ مہدی ہونے کا اور نہ ہی آپؑ
نے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بلکہ اس وقت آپؑ ابھی
زاویۂ گمنامی میں ہی تھے۔ مگر یہ پیشگوئیاں جو امورِ غیبیہ پر
مشتمل تھیں اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں ان پیشگوئیوں کے نتیجہ
میں خدا تعالےٰ نے آپؑ کو ذریت بھی عطا فرمائی۔ اور بعض پیشگوئیؑ
کے مطابق کم عمری میں فوت بھی ہوئے۔ اور آپؑ کے باقی بیٹوں اور
بیٹیوں کی اولاد میں اللہ تعالےٰ نے اس قدر برکت دی کہ اب ان کی
تعداد تقریباً تین صد نفوس تک ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک
پھر آپ کے جدی بھائی جو اس وقت ایک خاص تعداد میں
تھے اور آپؑ کے دعوے الہام وغیرہ کے منکر اور سخت دشمن تھے۔
وہ بھی پیشگوئی کے مطابق منقطوع النسل ہو گئے۔ اور آئندہ کے
لئے اُن کی نسل کا خاتمہ ہو گیا صرف اُن میں سے ایک لڑکے نے رجوع
الی الحق کیا اور سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس پیشگوئیؑ
کے مطابق اُس پر رحم کیا اور صرف اُس کی اولاد چلی۔ اور پھر اسی
پیشگوئی کے مطابق آپ کی جماعت کو خدا تعالےٰ نے دن دوگنی اور
رات چوگنی ترقی بھی دی۔ حتیٰ کہ اس وقت حضورؑ کی جماعت کا اکناف
عالم تک لاکھوں کی تعداد میں پھیل گئی ہے جس کا انکار نا ممکن ہے۔ پھر
مخالفوں کی ناکامی و نامرادی کی پیشگوئی کے نتیجہ میں بھی خدا تعالےٰ
نے اپنے کئے ہوئے مواعید کا پاس رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ اور
آپؑ کی جماعت کو شایانِ شان کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ مخالفین احمدیت
نے ۱۸۸۹ء سے جبکہ حضورؑ نے بارشادِ الٰہی بیعت لینی شروع کی۔

حضورؑ کے خلاف حد سے زیادہ ہنگامہ آرائی اور ہرزہ سرائی توڑ پھوڑ دسینہ گا مشتی وغیرہ ہر قسم کے ناپاک حربات کا برملا آغاز کیا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ مخالفین نے کس قدر مخالفت میں شدت اختیار کی تھی۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح اور مہدیٔ ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک فتویٰ کفر تیار کیا۔ پھر شہر بہ شہر پھر کر سارے پنجاب اور ہندوستان کے علماء کے اُس پر تصدیقی دستخط کروائے اور پھر اُسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کیا جس کے نتیجہ میں ہر جگہ احمدیوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور عرصہ حیات تنگ کیا گیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے اپنے مامور کے خلاف بٹالوی کی کرشمہ سازی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کی اولاد ذکور و اناث کچھ تو آریہ ہوئے اور کچھ عیسائی بنے اور اسی طرح سے خدا تعالیٰ کی وحی "اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ" کا بٹالوی پورا مصداق بنا۔ اور خائب و خاسر ہو کر اس دُنیا سے کوچ کر گیا۔ تفصیل کے لئے دوست "بٹالوی کا انجام" ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ اس وقت جماعت ابھی ابتدائی حالت میں تھی۔ بلکہ ۱۸۹۱ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد صرف ۷۵ تھی۔ پھر یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ہزاروں تک پہنچ گئی۔ چنانچہ ماہِ رواں یعنی ۲۷ جنوری ۱۹۶۷ء کے ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق ربوہ کے جلسہ سالانہ پر نو تیس ہزار نفوس شامل جلسہ ہوئے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ

علیہ السلام کے اس مبارک الہام کی صداقت کا زندہ نشان ہیں کہ
یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ
کہ دُور دُور سے تیرے پاس تحائف آئیں گے اور دُور دُور سے
لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ اسوقت تک بفضل تعالیٰ اسی طرح
سے ظہور میں آتا رہا ہے کہ ہندوستان کے علاوہ یورپین ممالک
شرقیہ و غربیہ سے ہزاروں زائرین خدا تعالےٰ کے معبوث کردہ مامور
مسیح کے قائم کردہ جلسہ سالانہ پر والہانہ طور پر باوجود اپنے ملکی تہذیب
و تمدنی اختلافات کے اور لباس و زبان کی اختلافی نیرنگیوں سے
سرشار ہو کر تشریف لا کر لوائے احمدیت کے سایہ میں یکجان ہو کر
محظوظیت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہی وہ نشان صداقت ہے جو مخالفین
کی خود سر تعلّیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ جیسا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری
جیسے معاند نے ۱۹۳۴ء میں اپنی نام نہاد تبلیغی کانفرنس منعقدہ قادیان
میں کہا تھا کہ

"مسیح کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا جس سے اب
سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے
ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔"

اسی طرح سیالکوٹ رام تلائی کے جلسہ میں ۱۹ / مئی ۱۹۳۵ء کو
متکبرانہ لہجہ میں یہ اعلان کیا کہ

"مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اُٹھے۔
لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں سے تباہ ہو۔"
(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری مطبوعہ جون ۱۹۴۱ء)

اب دیکھو اور غور کرو کہ کیا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یہ تعلیانہ پیشگوئی سچی نکلی؟ کیا جماعت احمدیہ اُن کے ہاتھ سے مٹ گئی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بذات خود ہی اس دُنیا سے ناکام و بے نیل و مرام گذر گئے۔ اور زمانہ بآواز بلند اُن کی خود ساختہ پیشگوئی کو باطل قرار دے رہا ہے اور دنیا کا پریس سسٹم جس میں جماعت احمدیہ کے ہر ملک میں پھیل جانے کا ذکر ہوتا ہے اس پیشگوئی کے باطل ہونے پر گواہ ہے بلکہ برعکس اس کے خدا تعالے نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کے مطابق کہ

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھینگے"

(تذکرہ صفحہ ۹)

کے ماتحت حال ہی میں ایک نئے آزاد شدہ ملک گیمبیا کا صدر مملکت بھی احمدی ہی کو مقرر فرما کر مخالف و معاندکو اپنی بے جا تعلیوں کی وجہ سے حیران و پشیمان کر دیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پس یقین جانیئے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود خدا تعالے کی ہستی کا زندہ نشان ہے جسکی بنیاد خدا تعالے نے وقت پر اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اُس وقت کی تعیین مذاہب عالم کی تحریرات مبین ہے کیونکہ مذاہب عالم کی مدد سے بھی اسی زمانہ میں ایک مامور و مرسل کا آنا ضروری تھا۔ جو دنیا والوں کی اصلاح کا موجب ہوتا۔ چنانچہ بائبل کا بیان کردہ وقت ۱۲۹۰ ہجری سے ۱۳۳۵ ہجری تک ہے (دانی ایل باب ۱۲ آیت ۹ تا ۱۲)

ہندو دوالوں کی تحریرات میں بیان کردہ وقت ۱۹۰۰ء سے ہے
دیکھو ٹریبون اخبار ۸ جولائی ۱۸۹۹ء، نیز چیتاؤنی صفحہ ۲۰۱ اہل
اسلام قرآن مجید و احادیث نبویہ و بزرگان امت کا بیان کردہ
وقت سنہ ۱۳۰۰ ہجری کی آخر ہے۔

ہندو دوالوں کی تحریرات کی رُو سے آنے والے کی
انتظار ایک لمبے عرصہ سے آخری حد ۱۹۲۴ء اوتار لینے اور
یکم اگست ۱۹۴۳ء میں ظہور ہے (چیتاؤنی صفحہ ۲۰۱)

سکھ گورو صاحبان کے نزدیک ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۶ء کا
زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۶۴)

پس قارئین کرام از راہِ انصاف غور کریں۔ کہ کیا یہ وہی
زمانہ اور وقت نہیں تھا۔ جن میں ایک مامور من اللہ کا عالم وجود
میں آنا ضروری تھا۔ اور کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
بانی سلسلہ احمدیہ اپنے جملہ دعاوی میں صادق نہیں ہیں؟ ہیں
اور ضرور ہیں۔ مگر دنیا پرست لوگ اپنی کوتاہ بصارت سے ان
کو شناخت نہیں کر سکے۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ خدا تعالےٰ
کے قائم کردہ سلسلہ اور مامور وقت کی آواز کی طرف بڑھو جس
کے زیر قیادت اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ
کو یہ توفیق بخشی ہے کہ مندرجہ ذیل ممالک میں تبلیغ اسلام کے مراکز
قائم کر دیئے۔

برطانیہ۔ امریکہ۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔ سپین۔ ناروے
ڈچ گی آنا۔ ٹرینیڈاڈ۔ برٹش گی آنا۔ غانا۔ نائیجیریا۔ سیرالیون۔ لائبیریا۔

مشرقی افریقہ۔ انڈونیشیا۔ سنگاپور۔ بورنیو۔ فلسطین۔ شام۔
لبنان۔ مصر۔ مسقط۔ ماریشس۔ سیلون۔ برما۔ عدن۔ جزائر فجی
وغیرہ۔

ان کے علاوہ جنوبی افریقہ اور فلپائن میں بھی جماعتیں
قائم ہو چکی ہیں۔ مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام
۴۸ سکول بھی چل رہے ہیں۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں بچے
دینی و دنیاوی تربیت پا رہے ہیں۔ اور مساجد کے لحاظ سے
۴۳۰ مساجد بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر کی جا کر صوم و
صلوٰۃ کے فریضہ کی پوری طرح انجام دہی کر رہی ہیں۔ اور
یہ تمام اعداد و شمار ہند و پاک میں قائم شدہ مشنوں اور
تعمیر شدہ مساجد کے علاوہ ہیں۔ پس اہل دانش اور متلاشیانِ
حق پر لازم آتا ہے کہ وہ تعصب کی عینک اُتار کر بانئے سلسلہ
احمدیہ کی جملہ پیشگوئیوں پر عمیق نگاہوں سے نظیر غائر فرمادیں
کہ خدا تعالیٰ نے کے مبعوث کردہ مامور کی مبینہ پیشگوئیوں کا
حرف حرف کس طرح خدا نے پورا کیا۔ کہ

"وہ وقت دور نہیں کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں
آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور
امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔"

اللہ اکبر آج سے بہتر سال پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی کہی ہوئی
باتیں پوری ہو گئی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں اب اس تتمہ کو انہی الفاظ کے ساتھ ختم کر کے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ قارئین کرام کو حقیقت حال سے روشناس کرے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

الراقم طالب دعا

(خواجہ) محمد صدیق ثانی بھدرواہی

یکے از خادمان مہدی علیہ السلام

۱۲-۲-۶۷

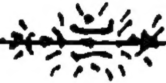

شکریہ احباب و بزرگان

"مرآۃ الحق بجواب عرفان الحق" کی تصنیف میں جن بزرگوں اور دوستوں نے میری کسی نہ کسی طرح معاونت فرمائی ہے ان میں سب سے اول حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نور نظر ہیں جنہوں نے از راہِ کرم عدم فرصتی کے باوجود خاکسار کی اس کتاب کے لئے "پیش لفظ" لکھ کر اس کو مقبول عام بنایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ان کے بعد سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان

مکرم گیانی بشیر احمد صاحب بی۔اے ہیں۔جنہوں نے یکے بعد دیگرے
اس کتاب کے پروف وغیرہ ملاحظہ فرما کر بعض مقامات پر الفاظ وغیرہ کی تصیح
کر کے کتاب ہذا کو اغلاط سے پاک وصاف کیا ہے۔اسی طرح مکرم قاضی عبدالحمید
صاحب کاتب بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔جنہوں نے کتابت کے اعلیٰ فرائض ادا
کر کے اپنی خوشنویسی کو زیر کار لا کر کتاب ہذا کو نہایت ہی دلچسپی کا موجب بنایا
ہے۔اس موقعہ پر فرض ناشناسی ہوگی کہ اگر میں مکرم گیانی عبداللطیف صاحب کا
شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کتاب کی کتابت و طباعت وغیرہ کی تمام ذمہ واری
اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اپنی زیر نگرانی اس کو تکمیل کرانے میں بہت بڑا وقت دیا ہے۔
میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جمیع بزرگان و احباب کو اس بے لوث معاونت
کا بہترین اجر عطا فرما دے۔اور زیر بحث کتاب کو بعض احمدیت کے افتخار
کا موجب بنائے۔آمین ثم آمین ٭
آخر پر یہ گذارش ہے کہ مجھ جیسے کمزور اور ہیچمدان انسان کا سلسلہ احمدیہ
کے حق میں کوئی کتاب لکھنا محض خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔اور اُسی رب
العزت کی عنایت ہے کہ اُس نے مجھے اس خدمت کی توفیق بخشی ہے ورنہ
کجا فانی اور کجا مؤلفیت کا شرف۔میں ناظرین کرام اس نابکار و گنہگار بندۂ عاصی
کے حق میں بھی دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس سے بڑھ کر احمدیت یعنی حقیقی
اسلام کی خدمت کی توفیق بخشے۔اور میرا اور میرے اہل و عیال کا انجام بخیر احمدیت کے سایہ
میں ہو۔آمین ثم آمین ٭ تحریر ۲/۷ ۲۱۔

خاکسار الداعی الی الخیر۔خواجہ محمد صدیق فانی بعدہٗ اہی عال یونجھ۔

(راما آرٹ پریس امرتسر میں باہتمام بابو گیان چند برہمی کے چھپا)